آسان اردو قواعد

ଆସାନ୍ ଉର୍ଦ୍ଦୁ କୱାଏଦ୍

آٹھویں جماعت

ଅଷ୍ଟମ ଶ୍ରେଣୀ

ବ୍ୟାକରଣ

JEZ1FS

اڈیشا اسکول تعلیمی پروگرام اتھاریٹی،
بھوبنیشور

محکمہ تعلیم اساتذہ اور صوبائی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے تعلیم،
اڈیشا، بھوبنیشور

ବିଦ୍ୟାଳୟ ଓ ଗଣଶିକ୍ଷା ବିଭାଗ, ଓଡ଼ିଶା ସରକାର

آسان اردو قواعد

(آٹھویں جماعت کے لیے)

مجلس ادارت

☆ سید منظور احمد قاسمی (ریویور)
☆ محمد لیاقت علی
☆ مولانا محمد مطیع اللہ
☆ شیخ ضیاء الحق
☆ سید غلام صمدانی

نظر ثانی کنندگان:

☆ ڈاکٹر شیخ مبین اللہ
☆ محمد ضیاء اللہ
☆ سید غلام صمدانی

کوآرڈی نیٹر : ڈاکٹر تلوتّما سیناپتی
: ڈاکٹر سبیتا ساہو

سن اشاعت : 2010
2019

ناشر : محکمۂ اسکول و تعلیمِ عامّہ، اڈیشا سرکار

ترتیب : محکمۂ تعلیمِ اساتذہ اور صوبائی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے تعلیم، اڈیشا، بھوبنیشور
اور
ادارۂ نشر و اشاعت برائے کتبِ تعلیم و تدریس صوبۂ اڈیشا، بھوبنیشور

مکتبہ : درسی کتاب چھپائی و فروخت، بھوبنیشور

تمہید

NCF-2005 کے اصولوں کے تحت 2011ء میں آٹھویں جماعت کے لیے شائع کردہ کتاب ''آسان اردو قواعد'' میں جو اشاعتی خامیاں رہ گئی تھیں۔ اس نئی اشاعت میں SCERT کی ایما پر ان اشاعتی خامیوں کو درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب طلبا و مدرسین کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی اور اردو زبان کے بنیادی ابتدائی قواعد سے متعلق کماحقہ رہنمائی ہو سکے گی۔ اس سلسلے میں ہم ایس سی ای آر ٹی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس کی طرف توجہ دلائی۔

فہرست موضوعات

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۱۔	اردو زبان کا تعارف	1
۲۔	کلمہ یا لفظ کی تعریف	5
۳۔	لفظ موضوع کی قسمیں	7
۴۔	جملے کی تعریف اور اس کی قسمیں	9
۵۔	کلمہ کی قسمیں	11
۶۔	اسم کی قسمیں	14
۷۔	اقسام جامد	16
۸۔	اسم نکرہ	20
۹۔	جنس	23
۱۰۔	مذکر و مؤنث کی عام پہچان	24
۱۱۔	مذکر و مؤنث حقیقی کی مثالیں	27
۱۲۔	مذکر مؤنث غیر حقیقی کی مثالیں	28
۱۳۔	واحد و جمع	32
۱۴۔	جمع اور اسم جمع کا فرق	34
۱۵۔	واحد و جمع کی مثالیں	36
۱۶۔	مصدر	40
۱۷۔	زمانے کے لحاظ سے فعل کی قسمیں	43
۱۸۔	حرف	45
۱۹۔	محاورے	47
۲۰۔	آ۔ا	49

نمبرشمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۲۱۔	ب۔پ	50
۲۲۔	ت۔ٹ	51
۲۳۔	ث۔ج	52
۲۴۔	چ۔ح	53
۲۵۔	خ۔د	54
۲۶۔	ضرب المثل اور کہاوت	56
۲۷۔	اونٹ کے گلے میں بلّی	58
۲۸۔	اپنا الو کہیں نہیں گیا	59
۲۹۔	اندھیر نگری چوپٹ راجا ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا	60
۳۰۔	چور کے گھر مور	61
۳۱۔	انگور کھٹے ہیں	62
۳۲۔	بھیگی بلّی بتانا	63
۳۳۔	جوتیوں کا صدقہ	64
۳۴۔	بندر بانٹ	65
۳۵۔	جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم	66
۳۶۔	تیس مار خاں بنے پھرتے ہیں	67
۳۷۔	تھالی کا بینگن	68
۳۸۔	تصویر کا دوسرا رخ	69
۳۹۔	ٹیڑھی کھیر	70
۴۰۔	دریں چہ شک	71

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۴۱۔	چھوڑو بی بلّی چوہا لنڈورا ہی بھلا	72
۴۲۔	دعوتِ شیراز	73
۴۳۔	رہیں جھونپڑوں میں خواب دیکھیں محلوں کا	74
۴۴۔	دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھے	75
۴۵۔	دودھ کا دودھ پانی کا پانی	76
۴۶۔	چراغ تلے اندھیرا	76
۴۷۔	چور کی داڑھی میں تنکا	77
۴۸۔	حبشی کی ٹوپی	78
۴۹۔	چور کا مال سب کھایے	79
۵۰۔	مضمون نویسی	81
۵۱۔	علم کی اہمیت	85
۵۲۔	تعلیم نسواں	88
۵۳۔	وقت کی پابندی	91
۵۴۔	کاہلی	93
۵۵۔	سائنس کے فوائد	95
۵۶۔	دیہات کی زندگی	98
۵۷۔	لائبریری	101
۵۸۔	کمپیوٹر	104
۵۹۔	خطوط نویسی	108
۶۰۔	خطوط نویسی کے ضروری آداب	112

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۶۱۔	خط کا اجزاء	113
۶۲۔	عام خطوط کے القاب اور خاتمے	114
۶۳۔	والد کا خط بیٹے کے نام	120
۶۴۔	بیٹے کا خط والد کے نام	121
۶۵۔	چھوٹے بھائی کے نام	122
۶۶۔	دوست کے نام	123
۶۷۔	درخواست برائے رخصت	124
۶۸۔	خط بابت خریداری ماہنامہ ''ھما''	124
۶۹۔	درخواست برائے معافی فیس	125
۷۰۔	درخواست برائے سرٹیفیکٹ (TC)	126
۷۱۔	درخواست برائے ملازمت	127
۷۲۔	شادی میں شرکت کے لیے دعوت	128
۷۳۔	محلّہ میں گندگی کے متعلق شکایت	129
۷۴۔	کتب فروش کے نام خط	130
۷۵۔	تعزیتی خط	131

☆☆☆

پیش گفتار

ہندوستان میں اردو زبان کی تاریخ بہت پرانی ہے لیکن تقریباً پچھلی طویل مدت سے یہ زبان پورے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس زبان کی شیرینی ہی لوگوں کو اس کا گرویدہ بنایے ہویے ہے۔ کوئی بھی زبان جس قدر عام فہم ہو گی اس کی زیادہ قدر و منزلت ہو گی۔

اڈیشا میں اردو زبان و ادب کی تعلیم کی تاریخ بھی خاصی پرانی ہے۔ یہاں ابتدائی اور ثانوی درجوں میں اس کی تعلیم کا انتظام ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری اسکولوں میں اس زبان کو پڑھانے کے لیے اساتذہ کا تقرر عمل میں آتا ہے۔ اور تمام مدارس اور مکاتب میں بھی اردو زبان پڑھائی جاتی ہے۔

عرصہ دراز سے اڈیشا میں اردو کی نصابی کتابوں کا مسئلہ اردو کے اساتذہ و طلباء کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ مگر خوش قسمتی سے بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن، اڈیشا نے این سی ایف ۲۰۰۵ء اور ایس سی ایف ۲۰۰۷ء کے رہنما اصولوں کی بنیاد پر یہ اہم فیصلہ کیا اس ریاست کے اردو پڑھنے والے طلباء کے لیے وہ نصابی کتابیں مرتب کرائے گا۔ چنانچہ نصابی کتابیں مذکورہ بورڈ کی جانب سے اب شائع ہو رہی ہیں۔ اردو قواعد کی کتاب کی تیاری بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ بی ایس ای اڈیشا کے صدر کی گہری دلچسپی انتہائی قابل قدر ہے۔

قواعد کی کتاب کی تیاری کے لیے جو مجلس ادارت بنی ہے اس میں سبھی قابل، باصلاحیت اور تجربہ کار مدرسین ہیں۔ قواعد کی زیر نظر کتاب بچوں کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب آٹھویں جماعت کے طلباء کے لیے انتہائی مفید ثابت ہو گی۔ اگر اساتذہ کرام طلباء کو ان قواعد کی روشنی میں اردو زبان کی تعلیم دیں تو ان کے جملے کی ساخت بہتر ہو جایے گی اور اسما و افعال کا صحیح استعمال آ جایے گا اور تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کے استعمال کا بہتر سلیقہ بھی دیکھنے کو ملے گا لیکن مدرسین کی بھرپور محنت اور توجہ ہی اس کتاب کی عملی افادیت کی ضمانت دے سکتی ہے۔

ادارہ

اردو زبان کا تعارف

JF8WHF

اردو زبان اصل میں برج بھاشا سے نکلی ہے جو دہلی اور متھرا کے قرب وجوار میں بولی جاتی تھی۔ اردو میں عربی، فارسی، برج بھاشا، کھڑی بولی، پنجابی، ترکی، انگریزی اور پرتگالی زبان کے الفاظ شامل ہیں۔

۱۰۰۰ء میں مسلمان شمال کے راستے ہندوستان آئے اور دہلی کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ یہاں کے مقامی لوگوں کی زبان برج بھاشا کا اثر انہوں نے سب سے زیادہ قبول کیا اور یہاں کی زبان میں بھی ان کی زبانوں یعنی عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ شامل ہویے۔ اس کے علاوہ شاہجہاں بادشاہ نے جب آگرہ کے بجایے دہلی کو درالسلطنت بنایا اور شہر وقلعہ میں مختلف زبانوں کے بولنے والے ایک ساتھ رہنے سہنے لگے تو ایک نئی زبان نے جنم لیا جسے اردو زبان کہا گیا۔

اردو ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''لشکر''۔ شروع میں اردو زبان صرف چھاؤنیوں تک محدود تھی کیوں کہ دربار اور پڑھے لکھے لوگوں کی زبان فارسی تھی۔ لیکن اردو زبان کی مٹھاس نے آہستہ آہستہ اسے اتنا مقبول بنادیا کہ پورے ہندوستان کی محبوب زبان بن گئی۔ یوں تو ہندوستان میں محمود غزنوی کے آنے کے بعد یعنی آج سے تقریباً ایک ہزار سال قبل اردو زبان کی ابتداء ہوچکی تھی لیکن شاہجہاں کے عہد (۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء) میں زبان اپنی حقیقت منوانے کے قابل ہوئی۔ سلاطین وقت کی سرپرستی پاکر یہ زبان تیز رفتاری کے ساتھ ارتقائی منزل طے کرنے لگی۔ شاہجہاں نے اس کا نام اردوئے معلیٰ رکھا۔ اس کے علاوہ اردو کو مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے پکارا گیا مثلاً ہندی، ہندوی اور ریختہ۔

شروع شروع میں اس زبان کا استعمال صرف تجارتی حلقہ تک تھا۔ خط وکتابت، دفتری کاموں اور شعرو شاعری میں اردو زبان رائج نہ تھی لیکن جب شمالی ہندوستان کے لوگ کاروبار کے خیال سے دکن گیے اور محمد شاہ تغلق نے اپنی راجدھانی دہلی کے بجائے دیوگری (دکن) منتقل کی تو اس کے حکم سے لاکھوں افراد شمالی ہند سے دکن پہنچے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ہند کی وہی زبان جو صرف بول چال تک محدود تھی، دکن کی مشہور ریاستوں مثلاً بیجاپور، احمد نگر، اور گولکنڈہ کے حکمرانوں کا سہارا پاکر رفتہ رفتہ ادبی حیثیت اختیار کرنے لگی۔ یہی وجہ ہے کہ نظم ونثر کے ابتدائی نمونے ہمیں دکن میں پہلے ملتے ہیں اگرچہ اس سے قبل شمالی ہندوستان میں امیر خسروؔ کی مشہور تصنیف ''خالق باری'' سے جس میں عربی، فارسی، ترکی اور ہندی کے مترادف یعنی ہم معنی الفاظ کو بڑی خوبصورتی سے

پیش کیا گیا جیسے: بیا برادر آؤرے بھائی ☆ بنشیں مادر بیٹھرے مائی

اگر چہ امیر خسؔرو سے اردو شاعری کی ابتداء ہو جاتی ہے لیکن اردو زبان کا پہلا صاحب دیوان شاعر جدید تحقیق کے مطابق سلطان محمد قلی قطب شاہ کو مانا گیا ہے۔ حالانکہ ایک عرصہ تک ولی دکنی کو اردو زبان کا پہلا شاعر اور ''بابا آدم'' کہا گیا ہے۔ جہاں تک نثر کا تعلق ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نثر کا آغاز سب سے پہلے شمالی ہندوستان میں ہوا اور اس کے جواز میں خواجہ سید گیسو دراز بندہ نواز کی تصنیف 'معراج العاشقین' کا حوالہ دیا جاتا ہے لیکن اردو زبان کی تاریخ سے اس کا کوئی مستند ثبوت نہیں ملتا۔ اس سے قطع نظر اگر ''معراج العاشقین'' کو کچھ دیر کے لیے اردو نثر کی پہلی کتاب تسلیم کر بھی لیا جایے تو بھی یہ اردو کی پہلی کتاب نہیں ہے اس لیے کہ ''معراج العاشقین'' ایک مذہبی رسالہ ہے۔ جس میں گیسو دراز کے ملفوظات ہیں۔

اردو نثر کا پہلا نمونہ ''سب رس'' ہے ۱۶۳۵ء میں ملا وجہی نے تصنیف کیا۔ مالوجہی سلطان قلی قطب شاہ کے درباری شاعر تھے۔ یہ کہنا درست ہے کہ اردو کا جنم شمالی ہند میں ہوا مگر اسکی نشو نما میں دکن میں ہوئی اور پھر اسی سرزمین میں پہنچ کر شباب حاصل ہوا جہاں اس نے جنم لیا تھا یعنی شمالی ہندوستان۔

اورنگ زیب کے عہد میں ولی دکنی کے دہلی آنے اور ان کے اردو کلام سے متاثر ہونے کے نتیجہ میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ولی دکنی کے اردو کلام کو سن کر فارسی گو شعراء پھڑک اٹھے اور اس بات کے قائل ہو گیے کہ اردو میں شعر و شاعری کی بہت گنجائش ہے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اردو کی تنگ دامانی کا شکوہ ہماری خام خیالی تھی۔ ولؔی کے کلام نے شمالی ہند میں لوگوں کو اردو شاعری کی طرف راغب کر دیا جس کے نتیجہ میں اس دور کے اردو شعراء میں خاص طور پر خاں آرزؔو، مظہر جانِ جاناںؔ، شاہ حاتؔم، یکرنگؔ اور شاکر ناجؔی بہت مشہور ہیں۔ ان شعراء کے ذریعے دہلی میں اردو شاعری کا نہ صرف آغاز ہوا بلکہ ''ریختہ'' میں شعر کہنے کا چلن عام ہونے لگا۔ اس دور کو ''دبستان دہلی'' کی شاعری کا پہلا دور کہا گیا ہے۔ دبستان دلی کے دوسرے دور میں شاہ حاتؔم (جنہوں نے طویل عمر پائی تھی) مرزا مظہر جانِ جاناں اور ان کے پیش رو میر تقی میؔر، خواجہ دردؔ اور مرزا محمد رفیع سوؔدا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ دہلی شاعری کے اس دور کی بنیادی خصوصیات ایہام گوئی ہے۔

اس دور میں مرزا مظہر جانِ جاناں کی تحریک ''اصلاح زبان'' خاص طور پر اہمیت کی حامل ہے جس نے ایہام گوئی کے خلاف ایک منظّم تحریک چلائی اور زبان کو صاف کرنے کی کوشش کی۔

اردو شاعری کا تیسرا دور جسے ''عہدِ زرّیں'' کہا جاتا ہے، میرؔ، سوداؔ اور درد کا مرہونِ منت ہے۔ کیوں کہ اس دور میں اردو شاعری اپنے معراج پر پہنچی ہوئی تھی۔ بد قسمتی سے شاہ عالم کے اس دور میں دہلی پر پے در پے تباہیاں آئیں۔ دہلی کے شعراء نے پریشان ہو کر رفتہ رفتہ لکھنؤ کا رخ کیا جہاں نوابینِ اودھ کی علم دوستی اور ادب نوازی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ وہاں امن وسکون کے ماحول کے ساتھ ساتھ انہیں قدر ومنزلت بھی نصیب ہوئی۔ دہلی کے بلند پایہ شعراء کی محفلیں درہم برہم ہو گئیں تھیں۔ لکھنؤ میں شعر وشاعری کو عروج ملا۔ نواب آصف الدولہ کے عہد سے لے کر غازی الدین حیدر کے زمانہ تک شعراء اردو کو نوابانِ اودھ کی سرپرستی حاصل رہی۔ اردو زبان کی ترقی کے لیے دہلی کے بعد دوسرا مرکز لکھنؤ بنا۔ اسی لیے اس دور کے شاعری کو چند خصوصیات کے باعث ''دبستان لکھنؤ'' کی شاعری کہتے ہیں۔ ''لکھنؤ اسکول'' کے مشہور شعراء میں مصحفیؔ، انشاءؔ، جراتؔ، ناسخؔ، انیس، دبیر اور امانتؔ وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

لکھنؤ اسکول دہلی کی تباہی و بربادی کے نتیجہ میں ظہور میں آیا لیکن جیسے ہی دہلی میں امن و امان ہوا اس نے اپنی مرکزیت کو دوبارہ حاصل کر لیا اور یہیں سے اردو شاعری کا ایک روشن دور شروع ہوا۔ یہ دور مومنؔ، ذوقؔ، غالبؔ اور ظفرؔ جیسے بلند پایہ شعرا کا دور تھا جن کی شاعری پر آج زبانِ اردو کو ناز ہے۔ انہیں کی روش پر آگے چل کر داغؔ، اقبالؔ، جگرؔ، حسرتؔ، فانیؔ، فراقؔ، فیضؔ اور بہت سے دیگر شعراء نے اردو شاعری کو اپنے کلام سے آراستہ کیا۔

۱۸۵۷ء سے پہلے کی نظم ونثر قدیم نظم ونثر کہلاتی ہے۔ قدیم نثر تصنع اور مقفیٰ اور مسجع عبارت سے پر ہے۔ شعر و شاعری زندگی کے حقائق سے دور صرف حسن وعشق اور گل وبلبل کے ذکر سے معمور ہے۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کی حکومت قائم ہوگئی تو انقلابِ زمانہ اور انگریزی ادب کے اثر سے اردو نظم ونثر میں زبردست تبدیلی آئی۔ دیومالائی داستانوں، عشقیہ شاعری اور مقفیٰ ومسجع عبارتوں سے ہٹ کر نئی قسم کی شاعری اور نثر نگاری کا آغاز ہوا جس کو ہم ''جدید نظم اور جدید نثر'' کی ابتدا کہتے ہیں۔ ''ادب برائے ادب'' کے بجائے ''ادب برائے زندگی'' کا رجحان پیدا ہوا۔ اردو میں جدید نظم کی بنیاد محمد حسین آزاد اور مولانا حالی نے رکھی۔ اسی طرح جدید نثر کی بنیاد مرزا غالبؔ نے اپنے خطوط کے ذریعہ رکھی۔ جس کو اردو کے عناصرِ خمسہ سرسید احمد خاں، الطاف حسین حالیؔ، محمد حسین آزادؔ، ڈپٹی نذیر احمد اور شبلی نعمانی نے بامِ عروج پر پہنچایا۔ ان کے نثر کے اس سلسلے کو مختلف نثری اصناف کے ذریعہ آگے بڑھانے میں مرزا

رشید احمد صدیقی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، کرشن چندر، منٹو، راجندر سنگھ بیدیؔ، احتشام حسین اور مسعود حسین رضوی ادیب وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اردو کو عام فہم بنانے اور فروغ دینے میں انگریزوں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ انگریزوں کو دفتری اور کاروباری کاموں کے لیے اردو زبان سے واقفیت ضروری تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ۱۸۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کی بنیاد رکھی۔ اس ادارہ کے ذریعہ اردو زبان کو بہت فروغ ملا۔ رفتہ رفتہ اردو زبان میں اتنی صلاحیت اور وسعت پیدا ہوگئی کہ ہر طرح کے مضامین، خیالات اور علوم جدید واضح طور پر بیان کیے جانے لگے۔ موجودہ اردو زبان تقریباً ایک ہزار سال کا طویل سفر طے کر کے ہم تک اس صورت میں پہنچی ہے۔ اردو زبان کا سرسبز و شاداب چمن جو دلکشی و جاذبیت سے معمور ہے، چند لوگوں کی کوششوں کا ثمرہ نہیں بلکہ ہر قوم و ملت کے اہل قلم نے اس کی آبیاری کی ہے۔ یہ گنگا جمنی زبان کسی ایک مذہب، کسی ایک زبان یا کسی ایک طبقہ کی تنہا مرہون منت نہیں بلکہ اس ہر دل عزیز زبان کی نشو و نما میں ہندو مسلم، سکھ اور عیسائی سبھی کا ہاتھ ہے۔ تقسیم ہند کے بعد سے کچھ متعصب افراد اردو کو غیر ملکی یا صرف مسلمانوں کی زبان کہنے لگے ہیں۔ شاید انہیں معلوم نہیں کہ اردو زبان کے بہت سے بلند پایہ شعراء اور نثار مثلاً دیا شنکر نسیمؔ، پنڈت رتن ناتھ سرشارؔ، ہرگوپال تفتہ، منشی پریم چند، جوشؔ ملسیانی، فراق گورکھ پوری، برج نارائن چکبست، ہرچند اختر، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر اور راجہ نریندر ناتھ وغیرہ مسلمان نہیں تھے۔ ان لوگوں کی بھول اور تنگ نظری ہے جو اردو زبان کو غیر ملکی یا مسلمانوں کی زبان بتا کر اس کی جنم بھومی بھارت سے ان کا رشتہ منقطع کر دینا چاہتے ہیں۔ برج بھاشا کی بیٹی اردو کی بدنصیبی ہے کہ ہر خاص و عام کی محبوب اور پسندیدہ زبان ہونے کے باوجود آج تعصب کا شکار ہے۔ حکمراں طبقہ نے اس زبان کو اس کے جائز حقوق کے دلوانے میں کوئی واضح پالیسی اختیار نہیں کی۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ اردو زبان ہندو مسلم دونوں کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ یہ خالص ہندوستان کی زبان ہے اس نے یہیں پروان چڑھی۔ اس زبان میں ایک طرف جہاں حسن و عشق کی چاشنی اور گل و بلبل کی داستانیں ہیں وہاں دوسری طرف ''انقلاب زندہ باد'' کے فلک شگاف نعرے اور میدان کارزار میں چمکنے والی تلواروں کی جھنکاریں بھی ہیں۔

☆☆☆

JFHSJ3

کلمہ یا لفظ کی تعریف

بات کرنے میں جو آواز آدمی کے منہ سے نکلتی ہے اسے لفظ کہتے ہیں خواہ وہ معنیٰ دار ہو یا بے معنی

جیسے: سڑک وڑک ۔ پھول وول ۔ روٹی ووٹی ۔

لفظ کی دو قسمیں

موضوع — مہمل

موضوع: معنی دار الفاظ کو موضوع کہتے ہیں۔

جیسے: سڑک، روٹی، پھول

مہمل: کبھی کبھی معنی دار لفظ کے ساتھ زینتِ کلام کے طور پر بے معنی الفاظ بھی بولتے ہیں۔ ایسے الفاظ کو مہمل کہتے ہیں۔

جیسے: سڑک وڑک ۔ پھول وول ۔ روٹی ووٹی ۔

اوپر کی مثالوں میں سڑک، پھول ۔ روٹی لفظ موضوع ہیں، یعنی بامعنی الفاظ ہیں ۔

وڑک ۔ وول ۔ ووٹی ۔ مہمل الفاظ ہیں یعنی ان الفاظ کے کوئی معنی مطلب نہیں نکلتے ۔

نوٹ: بامعنی الفاظ جو موضوع ہیں ۔ ان ہی الفاظ کا اردو قواعد میں ذکر ہے ۔

مشق

۱۔ (i) لفظ کس کو کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

(ii) موضوع اور مہمل کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

(iii) موضوع اور مہمل کے فرق کو واضح کیجیے۔

۲۔ نیچے دیے گیے الفاظ میں سے موضوع اور مہمل الفاظ کی نشان دہی کیجیے۔

پھول، گاجا، بس، روٹی، وباب، وراب، خولی
باجا، وول، ووٹی، وس، کباب، شراب، خالی

۳۔ نیچے دیے ہوئے جملوں میں سے موضوع اور مہمل کی نشان دہی کیجیے۔

(i) کباب وباب کھانے کو جی چاہتا ہے۔

(ii) عمر کو شراب وراب سے نفرت ہے۔

(iii) کولکتا میں بس وس بہت چلتی ہے۔

(iv) رات وات کو بغیر روشنی کے نہ نکلو۔

(v) حمید تم نے شادی وادی کر لی یا نہیں۔

☆☆☆

JFRNKQ

لفظ موضوع کی قسمیں

مفرد | مرکب

مفرد: وہ لفظ ہے جس سے معنی سمجھا جایے۔ اس مفرد لفظ ہی کو کلمہ کہتے ہیں۔

جیسے: عمر۔ کریم۔ کاغذ۔ قلم

مرکب: وہ ہے جو دو یا دو سے زیادہ کلموں سے مل کر بنے۔

جیسے: عزت دار۔ تفریح گاہ۔ کتب خانہ۔ تاج محل

ان مثالوں میں ہر لفظ کے دو ٹکڑے ہیں جن کے الگ الگ معنی کے باوجود دونوں ایک ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ جیسے: تاج + محل = تاج محل

نوٹ: (مرکب لفظ وہ ہے جس کے ٹکڑے الگ الگ کر دیے جائیں تو معنی بھی الگ ہو جائیں گے)

☆☆☆

مشق

۱۔ (i) لفظ موضوع کی کتنی قسمیں ہیں؟
(ii) مفرد لفظ اور مرکب لفظ کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔
(iii) مفرد لفظ اور مرکب لفظ کی تعریف کے فرق کو واضح کیجیے۔

۲۔ نیچے دیے گیے الفاظ میں سے مفرد اور مرکب لفظ کی نشان دہی کیجیے۔

کریم :...........	عزت دار:...........	تعلیم گاہ :...........
شہر :...........	گلدان :...........	عزت :...........
تفریح گاہ:...........	کاغذ :...........	خوش مزاج:...........

۳۔ نیچے دیے ہوئے جملوں میں سے مفرد اور مرکب الفاظ کی نشان دہی کیجیے:
(i) شکیل عزت دار انسان ہے۔
(ii) لندن کا لندن ایک بہترین تفریح گاہ ہے۔
(iii) سمجھ دار انسان کے لیے اشارہ کافی ہے۔
(iv) شیر ایک خون خوار جانور ہے۔
(v) قطب مینار دہلی میں واقع ہے۔

۴۔ اوپر کی مثالوں کی طرح چند مفرد اور مرکب الفاظ اپنی کاپی میں لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیے۔

جملے کی تعریف اور اس کی قسمیں

JG1JMD

پوری بات کو جملہ کہتے ہیں۔کئی الفاظ کو ملا کر جملے بنایے جاتے ہیں۔ان الفاظ کے درمیان ربط یا لگاؤ ہوتا ہے جس کی وجہ سے سننے والے کی سمجھ میں آجاتا ہے کہ کہنے والا کس بات کی خبر دیتا ہے۔

جیسے:وحید چالاک ہے۔حمید آیا۔

لیکن اگر الفاظ کے مجموعوں کے درمیان ربط نہ ہو تو اسے جملہ نہیں کہیں گے۔

جیسے: حامد دیوار کبوتر۔

اس کو سننے سے پوری بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔(حامد کی دیوار پر کبوتر بیٹھا ہے)

ہدایت:اس جملے میں ’’کی‘‘اور’’پر‘‘ ربط کے الفاظ ہیں اور’’بیٹھا‘‘فعل ہے۔

معنی کے اعتبار سے جملے کی دو قسمیں ہیں

جملہ خبریہ　　　　جملہ انشائیہ

جملہ خبریہ: اسے کہتے ہیں جس کے سننے والے کو یہ معلوم ہو جایے کہ کہنے والا کس بات کی خبر دیتا ہے۔ لیکن اس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رہتا ہے۔

جیسے: عمر کے لڑکے جاہل ہیں۔

جملہ انشائیہ: وہ ہے جس کے سننے والے کو معلوم ہو جایے کہ کہنے والا کچھ خواہش رکھتا ہے۔ لیکن اس میں سچ اور جھوٹ کا احتمال نہیں ہوتا۔یہ جملہ کسی بات کی خبر نہیں دیتا بلکہ اپنی طرف سے بات بنا کر کہتا ہے۔

جیسے: مت جاؤ۔کاش عمر آجاتا۔کیا ہی اچھی بات ہے۔

☆☆☆

مشق

ا۔ (i) جملہ کی تعریف کیجیے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں لکھیے۔

(ii) جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

(iii) جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ کا فرق بتائیے۔

۲۔ نیچے دیے گیے جملوں میں سے جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ کی نشاندہی کیجیے۔

(i) عمر کے لڑکے جاہل ہیں۔

(ii) حمید امیر ہے۔

(iii) شاہد نے جمیل کو مارا۔

(iv) کریم نے بہت اچھی تقریر کی۔

(v) کاش آج حامد آجاتا۔

(vi) خدا کی قسم میں چلا جاؤں گا۔

(vii) تو نے اس کا کہنا کیوں نہیں مانا؟

۳۔ نیچے دیے ہوے الفاظ سے جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ بنائیے۔

کتاب۔ جاہل۔ کاش۔ درخواست۔ امیر۔ خبردار۔ شاباش۔ حمید

☆☆☆

کلمہ کی قسمیں

JGAFP1

کلمہ کی تین قسمیں ہیں

اسم　　فعل　　حرف

اسم: وہ کلمہ یا لفظ جس سے کسی شخص، چیز یا جگہ کا نام معلوم ہو اسے اسم کہتے ہیں۔

جیسے: کاغذ۔ کتاب۔ دہلی۔ لال قلعہ۔ قطب مینار۔ احمد۔ عرفان

ان مثالوں میں احمد اور عرفان اشخاص ہیں۔ دہلی۔ لال قلعہ۔ قطب مینار جگہوں کے نام ہیں۔

کاغذ۔ کتاب عام چیزوں کے نام ہیں۔

فعل: جس سے کسی کام کا ہونا یا کرنا معلوم ہو اور تینوں زمانوں۔ ماضی۔ حال اور مستقبل میں سے کوئی ایک زمانہ پایا جایے۔

جیسے: شکیل آیا تھا۔ حامد آیے گا۔ فرید خط لکھ رہا ہے۔

''شکیل آیا تھا'' یہ فعل ماضی ہے یعنی گزرے ہویے زمانے میں آیا تھا۔

''فرید خط لکھ رہا ہے۔'' یہ فعل حال ہے۔ یعنی موجودہ زمانے میں لکھ رہا ہے۔ ابھی لکھنا ختم نہیں ہوا۔

''حامد آیے گا۔'' یہ فعل مستقبل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حامد کے آنے کا کام ابھی نہیں ہوا ہے۔

اوپر کی مثالوں سے معلوم ہوا کہ فعل میں وقت بھی پایا جاتا ہے۔ ہر کام ایک ہی زمانے میں نہیں ہوا کرتا۔

☆☆☆

حرف: وہ کلمہ ہے جو دو اسموں یا اسم اور فعل کو ایک دوسرے سے ملانے کا کام کرتا ہے۔

تنہا بولنے یا لکھنے سے اس کے کوئی معنی نہیں نکلتے اور کوئی زمانہ اس میں نہیں پایا جاتا۔

جیسے: تک۔پر۔میں۔کو۔اوپر۔نیچے۔

مگر جب دو ایسے لفظوں کے ساتھ مل جاتا ہے اس کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔

جیسے: احمد گھر میں ہے۔الہٰ آباد سے کان پور تک پکی سڑک جا رہی ہے۔

اوپر کی مثالوں میں احمد اور گھر دونوں اسم ہیں اور ان دونوں اسموں کو حرف ''میں'' نے آپس میں ملا کر بات پوری کر دی۔اسی طرح الہٰ آباد۔کان پور اور سڑک اسم ہیں اس جملے میں ''سے'' اور ''تک'' حروف نے ان اسموں کو فعل سے ملا کر بات پوری کر دی گئی۔

☆☆☆

مشق

۱۔ (i) کلمہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

(ii) اسم اور فعل کی تعریف کے فرق کو واضح کیجیے۔

(iii) فعل اور حرف کی تعریف کے فرق کو واضح کیجیے۔

۲۔ نیچے دیے ہوئے جملوں میں اسم، فعل اور حرف کی نشان دہی کیجیے۔

(i) لڑکے اسکول میں پڑھتے ہیں۔

(ii) حامد نے قلم سے لکھا۔

(iii) محمود گھر سے بازار گیا۔

(iv) جب احمد آیے گا تو محمود بھی ساتھ جایے گا۔

۳۔ نیچے دیے گیے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

مانگتا ہے۔ پڑھے گا۔ آیے گا۔ لکھ رہا ہے۔

۴۔ نیچے دیے گیے الفاظ میں سے شخص، جگہ اور چیز کی نشان دہی کیجیے۔

شاہد۔ کاغذ۔ کولکاتا۔ نند نکانن۔ چارپائی۔ عرفان

۵۔ آپ ایسے چند جملے بنا کر اپنے استاد کو دکھایے جس سے اسم، فعل اور حرف ظاہر ہوں۔

JGJBQN

اسم کی قسمیں

بناوٹ کے اعتبار سے اسم کی تین قسمیں ہیں

اسم جامد   اسم مصدر   اسم مشتق

اسم جامد: وہ اسم ہے جو نہ خود کسی سے نکلا ہو اور نہ کوئی دوسرے الفاظ اُس سے نکلے۔

جیسے: دریا۔ پتھر۔ پہاڑ۔ وغیرہ

اسم مصدر: وہ لفظ ہے جو خود تو کسی لفظ سے نہ نکلا ہو لیکن اس سے دوسرے کلمے نکلتے ہوں۔
مصدر میں فعل کا اظہار ہوتا ہے مگر فعل کے لوازم اس میں نہیں پائے جاتے۔
یادرکھیے: مصدر کی علامت ''نا'' ہے مثلاً آنا۔ کھانا۔ کھیلنا۔ دوڑنا وغیرہ

اسم مشتق: وہ اسم ہے جو کسی مصدر سے بنا ہو۔ اس میں مصدر کے اصل معنی قائم رہتے ہیں۔

مثلاً: ''لکھنا'' مصدر سے لکھنے والا۔ لکھا ہوا۔ لکھائی۔
''سینا'' مصدر سے سینے والا۔ سلائی۔
''کھیلنا'' مصدر سے کھیلنے والا۔ کھلاڑی۔
''کھانا'' مصدر سے کھانے والا۔ وغیرہ

☆☆☆

مشق

۱۔ (i) مصدر کی علامت کیا ہے؟

(ii) بناوٹ کے اعتبار سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں؟

(iii) جامد مصدر اور مشتق کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

۲۔ نیچے دیے گیے جملوں میں بناوٹ کے اعتبار سے خط کشیدہ الفاظ کی قسموں کی نشان دہی کیجیے۔

ظہیر خاں بہت اچھا کھلاڑی ہے۔ — تمہاری لکھائی عمدہ ہے۔

وحید درزی کی سلائی بہت عمدہ ہے۔ — پڑھنا لکھنا ہر انسان کا حق ہے۔

صبح صبح دوڑنا صحت کے لیے مفید ہے۔ — ہم نے آج ایک بڑے ہوٹل میں کھانا کھایا۔

سنگ مرمر ایک عمدہ قسم کا پتھر ہے۔ — گھوڑا ایک وفادار جانور ہے۔

۳۔ نیچے دیے گیے الفاظ میں سے مناسب لفظوں کو چن کر جامد، مصدر اور مشتق کے خانے میں لکھیے۔

گھوڑا۔ کھانا۔ کھلاڑی۔ پتھر۔ قبول کرنا۔ درخت۔ دوڑنا۔ کمائی۔ دریا۔ سلائی۔ لکھنا۔ آنا۔ جانا۔ لکھائی۔ میز

جامد					
مصدر					
مشتق					

☆☆☆

اقسام جامد

- اسم معرفہ (خاص)
- اسم نکرہ (عام)

اسم معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی خاص شخص، چیز یا جگہ کا نام بتائے۔

جیسے: عبداللہ۔ لال قلعہ۔ کٹک۔ قطب مینار۔ بھوبنیشور۔ وغیرہ

اسم نکرہ: وہ اسم ہے جس سے کسی خاص چیز یا جگہ کا علم نہ ہو وہ عام ہو۔

جیسے: مرد۔ عورت۔ شیر۔ گھوڑا۔ میدان۔ مکان۔ کتاب۔ وغیرہ

اقسام معرفہ

معرفہ کی چھے قسمیں ہیں

- اسم خاص
- خطاب
- تخلص
- لقب
- کنیت
- عرف

اسم خاص: وہ ہے جو کسی خاص شخص، جگہ یا کسی خاص چیز کا نام ہو۔
مثلاً ''نسیم'' یہ ایک شخص کا نام ہے۔ جو سوائے اس کی ذات کے اور کسی کے لیے بولا نہیں جاتا۔ اسی طرح دہلی۔ جگت سنگھ پور۔ جاج پور۔ کٹک وغیرہ اسم خاص ہیں۔

خطاب: بادشاہ یا امرا، کی طرف سے جو اعزازی نام دیا جاتا ہے۔ اسے خطاب کہتے ہیں۔
جیسے: خان بہادر۔ بھارت رتن۔ عماد الملک۔ شمس العلماء وغیرہ

تخلص: وہ ہے جو شاعر اپنے اصلی نام کے علاوہ ایک مختصر سا نام اور رکھ لیتا ہے جس کا استعمال وہ اپنا کلام کے آخری شعر میں کرتا ہے۔ عام طور سے لوگ شعراء کو ان کے تخلص کے نام سے ہی جانتے ہیں۔
مثلاً: غالبؔ۔ جگرؔ۔ فراقؔ۔ آتشؔ۔ وغیرہ

لقب: وہ نام جو کسی خوبی یا برائی کی وجہ سے پڑ گیا ہو۔
جیسے: رستم ہند۔ ملکہ ترنم۔ بلبل ہند۔ شیر خدا۔ کلیم اللہ۔ وغیرہ

کنیت: وہ نام جو ماں، باپ، بیٹے، بیٹی یا کسی اور کے تعلق سے مشہور ہو جاتا ہے ''کنیت'' کہلاتا ہے۔
جیسے: ابن مریم۔ ام کلثوم۔ ابوھریرہ۔ ابوتراب۔ وغیرہ

عرف: اصلی نام کے علاوہ کسی طرح نفرت یا پیار کی وجہ سے جو نام پڑ جاتا ہے اسے ''عرف'' کہتے ہیں۔
جیسے کلیم الدین سے کلو۔ سلیم سے ننھے میاں۔ ببلو۔ چنّو، وغیرہ

مشق

۱۔ (i) جامد کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

(ii) معرفہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

۲۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ میں سے معرفہ اور نکرہ کو چن کر ان کے کالم میں لکھیے۔

عبداللہ۔شہر۔میدان۔عمران۔مرد۔گھوڑا۔کٹک۔عورت۔شکیلہ۔لال قلعہ۔بھوبنیشور۔مکّہ

معرفہ						
نکرہ						

۳۔ نیچے دیے ہوئے لفظوں میں سے صحیح لفظ چن کر خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

میدان۔کولکاتا۔گایے۔شیر۔عرفان۔لال قلعہ

(i) اسلم .... میں رہتا ہے۔

(ii) ہمارے اسکول میں بچوں کے کھیلنے کے لیے ایک بڑا..................... ہے۔

(iii) ہم روزانہ .... کا دودھ پیتے ہیں۔

(iv) .... جنگل میں رہتا ہے۔

(v) .... میرا دوست ہے۔

(vi) .... دہلی میں واقع ہے۔

۴۔ خان بہادر۔ بھارت رتن۔ شمس العلماء جیسے الفاظ کو خطاب کہتے ہیں۔
آپ اسی طرح خطاب کی تین مثالیں دیجیے۔

۵۔ میرؔ۔ غالبؔ۔ فراقؔ۔ مجروحؔ۔ وغیرہ شاعروں کے تخلص ہیں۔
آپ اسی طرح کے پانچ شاعروں کے تخلص لکھیے۔

۶۔ نیچے دیے ہوئے لفظوں میں سے صحیح لفظ چن کر کنیت، عرف اور لقب کے بنے ہوئے خانے میں لکھیے۔

ابن مریم۔ ابوھریرہ۔ ننھے میاں۔ بلبل ہند۔ چنّو۔ ملکۂ ترنم۔ سلّو۔ شیر خدا۔ ام کلثوم۔ ببلو۔ ابوالکلام
ابوتراب۔ کلّو۔ کلیم اللہ۔ رسم ہند۔

کنیت						
عرف						
لقب						

☆☆☆

JH33TY

اسم نکرہ

نکرہ کی چھے قسمیں ہیں

اسم ذات	اسم مصغر	اسم مکبر	اسم آلہ	اسم صوت	اسم ظرف

اسم ذات: کسی عام چیز یا جنس کے نام کو کہتے ہیں۔

جیسے: دری۔ پنسل۔ بلّی۔ لڑکا۔ عورت۔ وغیرہ

اسم مصغر: مصغر لفظ صغر سے بنا ہے جس کے معنی چھوٹائی کے ہے۔
یہ وہ لفظ ہے جو کسی بڑی چیز کو چھوٹا کر کے بتایے۔

جیسے: ٹوکرا سے ٹوکری۔ باغ سے باغیچہ۔ کھاٹ سے کھٹیا۔ دیگ سے دیگچی
ان مثالوں میں ٹوکری۔ باغیچہ۔ کھٹیا۔ دیگچی۔ اسم مصغر ہیں۔

اسم مکبر: لفظ مکبر ''کبر'' سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں بڑا۔
وہ لفظ جو کسی چیز کو بڑا کر کے ظاہر کرے ''اسم مکبر'' کہلاتا ہے۔

جیسے: بات سے بتنگڑ۔ کھاٹ سے چھپر کھٹ۔ پگڑی سے پگڑ۔
ان مثالوں میں بتنگڑ۔ پگڑ۔ چھپر کھٹ اسم مکبر ہیں۔

اسم آلہ: وہ اسم جو کسی آلہ، آوزار یا ہتھیار کے نام کو ظاہر کرے۔

جیسے: کترنی۔ چاقو۔ تلوار۔ آری۔ وغیرہ

اسم صوت: صوت کے معنی آواز کے ہے۔ وہ لفظ جو کسی مخصوص چیز یا جاندار کی آواز کو ظاہر کرے اسم صوت کہلاتا ہے۔

جیسے: چھم چھم۔ میاؤں۔ ٹن ٹن۔ بھوں بھوں۔ اور قلقل وغیرہ

اسم ظرف: اسم ظرف وہ اسم یا نام ہے جو کسی جگہ یا وقت کو ظاہر کرے۔

جیسے: گھر۔ کتب خانہ۔ صبح۔ سال۔ ہفتہ۔ وغیرہ

اسم ظرف کی دو قسمیں ہیں

ظرف مکان — ظرف زمان

ظرف مکان: جو کسی جگہ کو ظاہر کرے۔

جیسے: سسرال۔ گھر۔ سرائے۔ چراگاہ۔ کتب خانہ۔ وغیرہ

ظرف زمان: وہ اسم جو کسی وقت یا زمانے کو ظاہر کرے۔

جیسے: صبح۔ شام۔ دوپہر۔ ہفتہ۔ مہینہ۔ وغیرہ

مشق

۱۔ (i) نکرہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

(ii) اسم خاص اور اسم عام کے فرق کو مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔

۲۔ نیچے دیے ہوئے لفظوں میں سے اسم آلہ۔ اسم صوت۔ ظرف مکان اور ظرف زمان کی نشاندہی کیجیے۔

چاقو۔ قلقل۔ عیدگاہ۔ تلوار۔ صبح۔ کائیں کائیں۔ شام۔ درگاہ۔ دوپہر۔ مہینہ۔ ہفتہ

۳۔ نیچے دیے ہوئے لفظوں میں سے جو لفظ اسم مکبر ہے اسے اسم مکبر کے خانے میں اور جو اسم مصغر ہے اسے اسم مصغر کے خانے میں لکھیے۔

تھالی۔ لوٹا۔ پہاڑ۔ لٹیا۔ صندوق۔ پہاڑی۔ تھال۔ نالا۔ صندوقچہ۔ ڈھول۔ دریچہ۔ مشکیزہ۔

ڈھولک۔ مشک۔ نالی۔ شہنشاہ۔ گٹھر۔ تھیلی۔ تھیلا۔ ڈبا۔ گھڑی۔ ڈبیا۔ بالا۔ کٹورا۔ کٹوری

اسم مکبر								
اسم مصغر								

☆☆☆

جنس

JHBYVL

لڑکا	گھوڑا	دُلہا	بکرا	راجا
لڑکی	گھوڑی	دُلہن	بکری	رانی

اوپر کے چوکور کانوں میں چند جانداروں کے اسم (نام) ہیں جن میں سے ہر ایک کو ہم ''نر'' کہتے ہیں۔
نیچے کے دائروں میں چند جانداروں کے اسم (نام) ہیں جن میں سے ہر ایک کو ہم ''مادہ'' کہتے ہیں۔
جنس: کسی اسم کا نر ہونا یا مادہ ہونا جنس کہلاتا ہے۔

جنس کے لحاظ سے اسم کی دو (۲) قسمیں ہیں۔

(۱) مذکر (۲) مؤنث

مذکر: وہ جاندار نر جس کے مقابل میں اس کی مادہ ہو ''مذکر'' کہلاتا ہے۔

مثلاً: لڑکا۔لڑکی۔ گھوڑا۔گھوڑی۔ اونٹ۔اونٹنی

یہاں لڑکا، گھوڑا، اور اونٹ جنس کے لحاظ سے مذکر ہیں۔

مؤنث: وہ جاندار جس کے مقابل اس کا نر بھی ہو، اسے ''مؤنث'' کہتے ہیں۔

مثلاً: لڑکا۔لڑکی۔ گھوڑا۔گھوڑی۔ اونٹ۔اونٹنی

یہاں لڑکی، گھوڑی، اور اونٹنی جنس کے لحاظ سے مؤنث ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جاندار اسموں میں سے جو نر ہے وہ مذکر اور جو مادہ ہے وہ مؤنث ہے۔ ایسے مذکر و مؤنث کو حقیقی کہا جاتا ہے۔ مگر اہلِ زبان (اردو زبان کے ماہرین) بولنے میں ان بے جان چیزوں کو بھی مذکر یا مؤنث قرار دے لیتے ہیں جن میں نر یا مادہ کی کوئی علامت نہیں ہوتی ہے۔ انہوں نے جس لفظ کو مذکر کہا وہ مذکر اور جس کو مؤنث قرار دیا وہ مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔

مثلاً قلم۔ کاغذ۔ پنکھا۔ ورق۔ سبق۔ لوٹا۔ تارا۔ وغیرہ (مذکر)

کتاب۔ کاپی۔ چادر۔ زمین۔ چھت۔ ریل۔ ہوا۔ وغیرہ (مؤنث)

ایسے قیاسی مذکر و مؤنث کو مذکر و مؤنث غیر حقیقی کہا جاتا ہے۔

مذکر و مؤنث کی عام پہچان

JHKUX9

مذکر و مؤنث کی پہچان کے بہت سے قاعدے ہیں جو اردو قواعد کی بڑی کتابوں میں ملیں گے۔ ان میں سے چند قاعدے نمونے کے طور پر درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) جن اسموں کے آخر میں ''الف'' یا ''ہ'' ہو وہ اکثر مذکر بولے جاتے ہیں۔ خصوصاً ہندی الفاظ جیسے:

تارا۔ چولہا۔ سونا۔ لوہا۔ باجا۔ نشانہ۔ پروانہ۔ دانہ۔ بیاہ۔ ہاتھ۔ سکھ۔ دکھ۔ وغیرہ

مستثنیٰ: رضا۔ قضا۔ ادا۔ خطا۔ ابتدا۔ انتہا۔ التجا۔ ندا۔ دوا۔

مستثنیٰ ہیں یعنی اس قاعدے سے الگ ہیں اور مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔

(۲) جن اسموں کے آخر میں یائے معروف (ی) ہو اکثر مؤنث بولے جاتے ہیں۔ جیسے:

نیکی۔ بدی۔ چھری۔ سوئی۔ گھڑی۔ ترقی۔ بولی۔ ٹوپی۔ کنگھی وغیرہ

مگر پانی۔ موتی۔ دہی۔ گھی۔ ہاتھی۔ ماضی۔ آدمی۔ دھوبی۔ مولوی۔

مستثنیٰ ہیں اور مذکر استعمال ہوتے ہیں۔

(۳) جن اسموں کے آخر میں ''ت'' یا ''ٹ'' ہو وہ اکثر مؤنث بولے جاتے ہیں۔ جیسے:

عورت۔ دعوت۔ صورت۔ صحت۔ فرصت۔ درخواست۔ ملاقات۔ ندامت۔ قیامت۔ محنت۔ محبت۔ شفقت۔ آہٹ۔ چوکھٹ۔ گھبراہٹ۔ مسکراہٹ۔ وغیرہ

مگر: دانت۔ وقت۔ شربت۔ خیالات۔ مستثنیٰ اور مذکر ہیں۔

(۴) جس اسم کے آخر میں ''یا'' ہو وہ مؤنث ہے۔ جیسے:

چڑیا۔ گڑیا۔ کٹیا۔ بڑھیا۔ ہنڈیا۔ کتیا۔ دنیا۔ ڈبیا۔ ڈلیا۔ پُڑیا۔ ٹکیا۔ کھٹیا وغیرہ

مگر ''ولیا'' مذکر ہے۔

(۵) جن اسموں کے آخر میں ''ن'' ہو وہ عام طور پر مؤنث بولے جاتے ہیں۔ جیسے:

دلہن۔ دھوبن۔ درزن۔ مالن۔ گوالن۔ جن۔ وغیرہ

مگر لفظ ''صحن'' مذکر ہے۔

(۶) جن اسموں کے آخر میں ''کار'' ہو وہ مؤنث ہیں۔ جیسے:

للکار۔ سرکار۔ جھنکار۔ پھٹکار۔ ڈکار۔ دھتکار۔ وغیرہ

(۷) اسماء الٰہی سب مذکر ہیں۔

(۸) تمام نمازوں کے نام مؤنث ہیں۔

فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء۔ تہجد

(۹) تمام زبانوں کے نام مؤنث ہیں۔ جیسے:

عربی۔ فارسی۔ اردو۔ ہندی۔ انگریزی۔ وغیرہ

(۱۰) تمام ستاروں کے نام مذکر ہیں۔

سوائے زہرہ۔ ناہید۔ برجیس اور مشتری کے

(۱۱) دنوں کے نام سوائے جمعرات کے سب مذکر ہیں۔

(۱۲) مہینوں کے جتنے نام ہیں خواہ وہ عربی ہوں یا فارسی، انگریزی ہوں یا ہندی سب مذکر ہیں۔

(۱۳) دھاتوں اور جواہرات کے نام سب مذکر ہیں۔ سوائے: چاندی، گندھک، ابرک کے۔

(۱۴) حروف تہجی میں ب۔پ۔ت۔ٹ۔ث۔چ۔ح۔خ۔ر۔ڑ۔ز۔ژ۔ط۔ظ۔ف۔ہ۔ی۔ مؤنث ہیں
باقی سب مذکر ہیں۔ جیم اور میم کی بابت میں اختلاف ہے مگر مذکر کو ترجیح دیتے ہیں۔
اسی طرح د۔ڈ۔ذ میں بھی اختلاف ہے مگر مؤنث کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۱۵) کچھ الفاظ ایسے ہیں جو مذکر اور مؤنث دونوں بولے جاتے ہیں۔ مثلاً سانس۔ طرز۔ فکر۔ فاتحہ وغیرہ

یاد رکھنے کی چند باتیں:

(i) بعض جانور ایسے ہیں کہ خواہ وہ پرندے۔ پتنگے۔ کیڑے اور رینگنے والے نر ہوں یا مادہ ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: کوّا۔ گدھا۔ چیتا۔ بھیڑیا۔ جگنو۔ طوطا۔ مچھر سانپ۔ نیولا۔ اژدھا۔ کھٹمل۔ الّو۔ خرگوش۔ چمگادڑ۔ باز۔ جھینگر۔ مگرمچھ وغیرہ

(ii) کچھ جانور پرندے، پتنگے ایسے ہیں جو ہمیشہ مؤنث ہی بولے جاتے ہیں۔ خواہ وہ نر ہی کیوں نہ ہوں مثلاً: مینا۔ قمری۔ چیل۔ چھپکلی۔ مکڑی۔ گلہری۔ بطخ۔ لومڑی۔ فاختہ۔ چھچھوندر۔ مکھی۔ کوئل۔ مچھلی وغیرہ

(iii) بلبل کو مذکر اور مؤنث دونوں جنسوں میں بولا جاتا ہے۔

(iv) لفظ تعویذ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔

(v) مذکر ہونے کو تذکیر اور مؤنث ہونے کو تانیث کہتے ہیں۔

مذکر و مؤنث حقیقی کی مثالیں:

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
مرد	عورت	راجا	رانی	خان	خانم
بھائی	بہن	ہرن	ہرنی	معلم	معلّمہ
باپ	ماں	ہاتھی	ہتھنی	دلہا	دلہن
دادا	دادی	مور	مورنی	حاجی	حجّن
نانا	نانی	اونٹ	اونٹنی	حلوائی	حلوائن
چچا	چچی	گھوڑا	گھوڑی	مالی	مالن
خالو	خالہ	بکرا	بکری	درزی	درزن
ماموں	ممانی	بیل	گائے	دھوبی	دھوبن
میاں	بیوی	مرغا	مرغی	گوالا	گوالن
ابا	اماں	بیٹا	بیٹی	جوگی	جوگن
شوہر	بیوی	نواسہ	نواسی	بندر	بندریا
پدر	مادر	والد	والدہ	دیور	دیورانی
نواب	بیگم	شہزادہ	شہزادی	جیٹھ	جٹھانی

JI4H1J

مذکر و مؤنث غیر حقیقی کی مثالیں

(i) اسماءِ تذکیر (مذکر)

آسمان	آرام	ابر	اثر	ادب	امرود	آنگن	آئین
بادام	بادل	باغ	بال	برتاؤ	بسکٹ	بوجھ	بھید
بیان	پان	پانو	پلنگ	پھل	پھول	تالاب	تھوک
تیل	تیر	ٹکٹ	ٹفن	ٹیکس	ٹیلیگرام	ثواب	ثبوت
ثمر	جانور	جرم	جگنو	جسم	جہنم	چاقو	چاول
چراغ	چمن	حیوان	نواب	داغ	دامن	درخت	درد
رومال	زیور	سبق	سائنس	سفر	شربت	صبر	طوفان
علاج	غم	فجر	قانون	کاغذ	گال	گلاب	گوشت
لباس	مضمون	ناخن	نشان	نمبر	وزن	وقت	وطن
☆	ہاتھ	ہوش	یقین	یاقوت	یوم	تعویذ	☆

(ii) اسماء تانیث (مؤنث)

آب وہوا	آخرت	آزمائش	آواز	ادا	اذان	امنگ	امید
انجمن	ابتدا	انتہا	بارش	برق	بقرعید	بندوق	بوتل
پوشاک	پولس	تعداد	تکرار	تلاش	تنخواہ	ٹانگ	ٹرین
ثنا	جائے نماز	جگہ	جنس	جنگ	حبیب	چادر	چائے
چشم	حمد	حنا	خاطر	خاک	خطا	خوراک	خیریت
دنیا	دوا	دعا	دھول	ڈاک	رسید	رقم	ریل
زبان	زمین	سائنس	سرکار	شاخ	شام	شب قدر	صبح
صدا	ضد	طنز	عقل	عمر	عید	غذا	غزل
فاتحہ	قبر	قواعد	کتاب	کرامت	گردن	مسجد	نماز
☆	☆	وحی	ہجرت	یاد	یادگار	☆	☆

مشق

۱۔ نیچے چند جانداروں کے اسم ہیں۔ان میں سے جو مذکر ہیں انہیں مذکر اور جو مؤنث ہیں انہیں مؤنث کے خانوں میں لکھیے۔

لڑکا۔رانی۔گائے۔اونٹنی۔بیل۔بکرا۔لڑکی۔اونٹ۔مرد۔راجا۔عورت۔بکری۔گھوڑی

مذکر							
مؤنث							

۲۔ قوسین میں دیے گیے لفظوں میں سے مناسب لفظ چن کر ذیل کے جملوں کی خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

(i) جنس کے لحاظ سے اسم کی...............قسمیں ہیں۔ (تین۔چار۔دو)

(ii) جاندار نر کو........کہتے ہیں اور جاندار مادہ کو..........کہتے ہیں۔(مؤنث۔مذکر)

(iii) دلہا، راجا، گوالا، مرد اور مالی مذکر..........ہیں۔(حقیقی۔غیر حقیقی)

(iv) عورت، گھوڑی، بکری.......ہیں اور کتاب، کرسی، گھڑی.........ہیں۔

(مؤنث غیر حقیقی۔مؤنث حقیقی)

(v) ....اور.........مؤنث حقیقی ہیں، ....اور...........مذکر غیر حقیقی ہیں)

(تارا۔دلہن۔لوٹا۔رانی)

(۳) نیچے دیے ہوئے الفاظ سے مناسب لفظوں کو چن کر ان کے ذریعہ نیچے دیے گیے خانوں کو پر کر کے تذکیروتانیث حقیقی اور غیر حقیقی کی نشاندہی کیجیے۔

پنکھا۔تارا۔دادی۔مرغا۔گھڑی۔کپڑا۔ندی۔کاپی۔شیرنی۔بیٹا۔درزن۔ہاتھی۔

	مذکر			
	مؤنث			
	مذکر			
	مؤنث			

۴۔ نیچے دیے ہوئے لفظوں کی جنس (مذکر/مؤنث) بتائیے:

ڈالی۔لوہار۔روٹی۔ہوا۔پانی۔وقت۔شہزادی۔پھول۔آسمان۔کتاب۔

۵۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ میں سے جو مذکر ہیں ان کی مؤنث اور جو مؤنث ہیں ان کے مذکر لکھیے۔

نانا۔ماں۔بہن۔بیل۔ہرنی۔دھوبی۔گھوڑا۔بکری۔مرغا

☆☆☆

JIDI37

واحد و جمع

واحد: تارا۔ کتاب۔ کرسی

جمع: تارے۔ کتابیں۔ کرسیاں

اوپر کی دوسطروں میں چند چیزوں کے اسم (نام) دیے گیے ہیں۔

(i) جب ہم کسی ایک چیز کو چاہتے ہیں تو ایسا لفظ استعمال کرتے ہیں جس سے صرف ایک ہی چیز سمجھ میں آیے۔ مثلاً ''تارا'' کہنے سے ہماری مراد صرف ایک تارا، ''کتاب'' سے مراد صرف ایک کتاب اور لفظ ''کرسی'' سے مراد صرف ایک کرسی ہے۔

(ii) جب ہم ایک ہی قسم کی چند چیزوں کو بتانا چاہتے ہیں تو ایسا لفظ استعمال کرتے ہیں جس سے دو یا دو سے زیادہ چیزیں سمجھ میں آئیں۔ مثلاً ''تارے'' یعنی دو یا دو سے زیادہ تارے ''کتابیں'' یعنی کئی کتابیں اور ''کرسیاں'' یعنی کئی کرسیاں۔

گنتی کے اعتبار سے اسم کی دو (۲) قسمیں ہیں

واحد — جمع

واحد: وہ لفظ جس سے صرف ایک ہی چیز سمجھ میں آیے ''واحد'' کہلاتا ہے۔

جیسے: تارا۔ کتاب۔ کرسی۔ گھوڑا۔ عورت۔ روٹی

جمع: جس لفظ سے دو یا دو سے زیادہ چیزیں سمجھی جائیں اس لفظ کو ''جمع'' کہتے ہیں۔

جیسے: تارے۔ کتابیں۔ کرسیاں۔ گھوڑا۔ عورتیں۔ روٹیاں

واحد سے جمع بنانے کے کچھ قاعدے:

(۱) جس اسم کے آخر میں ''الف'' یا ''ہ'' آئے تو اس کی جمع بناتے وقت ''الف'' یا ''ہ'' کو ''ے'' سے بدل دیتے ہیں۔

جیسے: گھوڑا سے گھوڑے، لڑکا سے لڑکے، کمرہ سے کمرے۔

کچھ ایسے الفاظ بھی ہیں جو واحد یا جمع میں نہیں بدلے جاتے۔

مثلاً: چچا۔ نانا۔ دادا۔ دریا۔ صحرا۔ وغیرہ

(۲) جس مؤنث اسم کے آخر میں ''ت'' یا ''ٹ'' ہو اس اسم کے آخر میں ''یں'' جوڑ کر جمع بناتے ہیں۔

جیسے: دعوت سے دعوتیں۔ عورت سے عورتیں۔ بات سے باتیں۔ آہٹ سے آہٹیں وغیرہ

(۳) جس مؤنث اسم کے آخر میں یائے معروف (ی) ہو اس کے آگے ''ان'' بڑھانے سے جمع بن جاتی ہے۔

مثلاً: لڑکی سے لڑکیاں، روٹی سے روٹیاں، لکڑی سے لکڑیاں، ساڑی سے ساڑیاں، کاپی سے کاپیاں وغیرہ

(۴) جس اسم کے آخر میں ''یا'' آئے اس کے آگے صرف ''ں'' بڑھا دینے سے جمع بن جاتی ہے۔

جیسے: چڑیا سے چڑیاں۔ پڑیا سے پڑیاں وغیرہ

(۵) جس اسم کے آخر میں ''الف''۔ ''واؤ'' یا ہائے مخفی ہو، اس کے آگے ''ئیں'' بڑھا دینے سے جمع بن جاتی ہے۔

جیسے: گھٹا سے گھٹائیں۔ ہوا سے ہوائیں۔ خوشبو سے خوشبوئیں۔ خالہ سے خلائیں وغیرہ

(٦) اگر اسم مؤنث کے آخر میں ''ی'' یا ''یا'' نہ ہو تو جمع بناتے وقت اس کے آگے ''یں'' بڑھا دیں۔

مثلاً: تصویر سے تصویریں۔ چادر سے چادریں۔ دوات سے دواتیں۔ میز سے میزیں۔ وغیرہ

(۷) دھاتوں کی جمع استعمال نہیں ہوتی۔ جیسے: چاندی۔ سونا۔ لوہا۔ وغیرہ

(۸) فارسی کا وہ لفظ جو کسی جاندار اسم کے لیے استعمال ہوا ہو، تو اس کے آخر میں ''ان'' بڑھا کر جمع بناتے ہیں۔

مثلاً: مرد سے مردان۔ جوان سے جوانان۔ زن سے زنان۔ دوست سے دوستاں۔ دشمن سے دشمناں

(۹) فارسی کا وہ لفظ جو کسی بے جان اسم کے لیے استعمال ہوا ہو تو اس کے آخر میں ''ہا'' بڑھا کر جمع بناتے ہیں۔

مثلاً: گل سے گلہا۔ کار (کام) سے کارہا۔

یاد رکھنے کی چند باتیں:

(۱) کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو ظاہر میں واحد معلوم ہوتے ہیں اور ان کا استعمال بھی واحد کے طریقے پر ہوتا ہے مگر معنی کے اعتبار سے وہ جمع ہوتے ہیں اور اپنے اندر ایک بڑی تعداد یا گروہ کو مفہوم رکھتے ہیں۔

جیسے: لشکر۔ بزم۔ فوج۔ جماعت۔ قوم۔ کارواں۔ جھنڈ۔ ریوڑ۔ خلقت۔ ہجوم۔ بھیڑ۔ انبوہ وغیرہ

ایسے الفاظ اسم جمع کہلاتے ہیں۔

JIME4U

''جمع'' اور ''اسم جمع'' کا فرق

(۲) جو لفظ جمع ہے اس کا واحد ہوتا ہے۔ مثلاً لفظ کتابیں جمع ہے اس کا واحد کتاب ہے۔ لفظ گھوڑے جمع ہے اس کا واحد ہے گھوڑا۔ مگر اسم جمع کا واحد نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ کا فعل بھی واحد کے صیغے میں استعمال ہوتا ہے۔

جیسے: فوج آ رہی ہے۔ لشکر ہار گیا۔ قوم برباد ہوگئی۔

(۳) اردو زبان میں عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جن کی دوہری جمع بھی مستعمل ہے۔
ان دوہری جمع والے الفاظ کو ''جمع الجمع'' کہتے ہیں۔ مثلاً

واحد	جمع	جمع الجمع
جوہر	جواہر	جواہرات
خبر	اخبار	اخبارات
رسم	رسوم	رسومات
رکن	ارکان	اراکین
عجیب	عجائب	عجائبات
رقم	رقوم	رقومات
لازم	لوازم	لوازمات
وجہ	وجوہ	وجوہات
دوا	ادویہ	ادویات
اقرب	اقارب	اقرباء

JIWA6H

واحد و جمع کی مثالیں

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
اسم	اسماء	خط	خطوط	صدقہ	صدقات
ادب	آداب	خاتون	خواتین	صورت	صور
اثر	اثار	خصلت	خصائل	صوم	صیام
امت	امم	خیال	خیالات	صاحب	اصحاب
آفت	آفات	دعا	ادعیہ	صفت	صفات
امیر	امراء	دوا	ادویہ	ضد	اضداد
باغ	باغات	دور	ادوار	ضلع	اضلاع
باب	ابواب	دین	ادیان	طبیعت	طبائع
بیگم	بیگمات	دلیل	دلائل	طفل	اطفال
تاریخ	تواریخ	ذریعہ	ذرائع	ظلمت	ظلمات
تحفہ	تحائف	ذکر	اذکار	عادت	عادات
ترجمہ	تراجم	رسول	رُسل	علم	علوم
تصویر	تصاویر	رعیت	رعایا	عیب	عیوب

واحد و جمع کی مثالیں

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
تکلیف	تکالیف	رفیق	رفقاء	غرض	اغراض
جرم	جرائم	رسالہ	رسائل	غیر	اغیار
جسم	اجسام	رسم	رسوم	فعل	افعال
جاہل	جہلا	سبب	اسباب	فوج	افواج
حاجی	حجاج	سلطان	سلاطین	قانون	قوانین
حکم	احکام	سبق	اسباق	قوم	اقوام
حرف	حروف	شاعر	شعراء	کتاب	کُتب
حال	احوال	شعر	اشعار	کمال	کمالات
حق	حقوق	شکایت	شکایات	شہید	شہداء
لفظ	الفاظ	لطیفہ	لطائف	لقب	القاب
مدرسہ	مدارس	مصیبت	مصائب	مقام	مقامات
مثل	امثال	ملک	ممالک	نور	انوار
نکتہ	نکات	نقش	نقوش	نجم	انجم

واحد و جمع کی مثالیں

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
نبی	انبیاء	نصیحت	نصائح	ورق	اوراق
وزن	اوزان	ولی	اولیاء	وارث	ورثاء
وزیر	وزراء	واقعہ	واقعات	وظیفہ	وظائف
ہمت	ہمم	یتیم	یتامیٰ	یوم	ایّام

مشق

ا۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ میں سے جو لفظ واحد ہے اسے واحد کے خانے میں اور جو جمع ہے اسے جمع کے خانے میں لکھیے۔

ٹوپی۔ گھوڑے۔ چھتریاں۔ کپڑا۔ بکری۔ گھڑی۔ عورتیں۔ لڑکے۔ پنکھا۔ لڑکیاں

واحد					
جمع					

۲۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ کی جمع کیا ہے؟ بتائیے:

کاپی۔کمرہ۔دروازہ۔تصویر۔کھڑکی۔لکڑی۔ستارہ۔گھوڑی۔بیٹی۔ساڑی

۳۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ کی واحد کیا ہے؟لکھیے:

گھٹائیں۔ہوائیں۔روٹیاں۔چادریں۔چڑیاں

۴۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ میں جو واحد ہیں ان کی جمع اور جو جمع ہیں ان کی واحد کیا ہیں؟ بتائیے:

چوڑیاں۔باغیچے۔الماری۔پنکھے۔انگلی۔انگوٹھیاں۔تالے۔سیڑھی۔دوات۔واقعہ

۵۔ نیچے دیے ہوئے لفظوں میں سے ''جمع اور اسم جمع کو چن کر نیچے دیے گیے خانوں میں لکھیے۔

کتابیں۔لشکر۔ہجوم۔ندیاں۔فوج۔ستارے۔کارواں۔سڑکیں۔ساڑیاں

جمع					
اسم جمع					

☆☆☆

مصدر

مصدر: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی لغت کے اعتبار سے ''صادر ہونے کی جگہ'' یا ''نکلنے کی جگہ'' کے ہیں۔

مصدر کی پہچان: اردو میں مصدر کی علامت ''نا'' ہے۔ مثلاً: دوڑنا۔کھیلنا۔لکھنا۔پڑھنا وغیرہ

مصدر کی تعریف: مصدر وہ لفظ ہے جو کسی لفظ سے نہ نکلا ہو بلکہ اس سے اور کلمے نکلتے ہوں۔

مصدر میں فعل کا اظہار تو ہوتا ہے مگر فعل کے لوازم نہیں پائے جاتے۔

مثلاً: جانا۔آنا۔کھانا وغیرہ

JJ6685

فعل : فعل وہ لفظ ہے کہ جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو۔

مثلاً: زاہد اسکول گیا تھا۔سلمیٰ ہنستی ہے۔شکیل آئے گا وغیرہ۔

اس مثال میں ''گیا تھا'' اور ''ہنستی ہے'' اور ''آئے گا'' فعل ہیں۔

فاعل: فاعل کے معنی ہیں کام کرنے والا یعنی جو مصدر سے بنا ہو۔

اور اسی کام کے تعلق سے اس کام کے کرنے والے کا نام دیا جائے۔

مثلاً: دوڑنا سے دوڑنے والا۔ پڑھنا سے پڑھنے والا وغیرہ۔

مفعول : مفعول وہ لفظ ہے کہ جس پر فاعل کے فعل کا اثر پڑے۔

مثلاً: 'ناہید، کتاب پڑھ رہی ہے' اس مثال میں 'ناہید' فاعل کتاب مفعول اور پڑھ رہی ہے فعل ہے۔اردو میں پہلے فاعل پھر مفعول اور اس کے بعد فعل آتا ہے۔

فعل مصدر کی قسمیں

- فعل معروف
- فعل مجہول
- فعل لازم
- فعل متعدی
- فعل ناقص

فعل معروف: فعل معروف وہ ہے جس میں کام کا کرنے والا معلوم ہو۔ مثلاً ''احمد پڑھتا ہے''، ''سہیل جایے گا'' اس مثال میں ''احمد'' اور ''سہیل'' فاعل ہیں ''پڑھتا ہے'' اور ''جایے گا'' فعل ہیں۔

فعل مجہول: فعل مجہول وہ فعل ہے جس کا فاعل یعنی کام کا کرنے والا معلوم نہ ہو۔
مثلاً: ''کتاب پڑھی گئی''۔ ''دروازہ کھولا گیا'' اس مثال میں فاعل پوشیدہ ہے۔ کتاب کا پڑھنے والا اور دروازہ کا کھولنے والا کون ہے یہ معلوم نہ ہوسکا اور جو معلوم نہ ہوسکا وہ مفعل ہے جو پوشیدہ ہے۔

فعل لازم: فعل لازم وہ فعل ہے کہ جس کا اثر صرف فاعل پر پڑے گا۔
مثلاً: ''بچہ روتا ہے''، ''نجمہ ہنستی ہے'' اس مثال میں ''بچہ'' اور ''نجمہ'' پر رونے اور ہنسنے کے عمل کا اثر پڑتا ہے اس لیے یہ فعل لازم ہے۔

فعل متعدی: فعل متعدی وہ فعل ہے کہ جس کا اثر فاعل کے علاوہ کسی شخص یا چیز پر پڑے اور جس چیز پر اثر پڑتا ہے اسے مفعول کہتے ہیں۔
مثلاً: ''راشد اخبار پڑھتا ہے۔'' ''سہیل کپڑے دھوتا ہے۔''
اس مثال میں اخبار اور کپڑے مفعول ہیں کیوں کہ ان پر کام کا اثر پڑتا ہے۔

فعل ناقص: فعل ناقص وہ فعل ہے جس سے کسی کام کا کرنا پایا نہیں جاتا بلکہ کام کا ہونا پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس کا کوئی فاعل نہیں ہوتا بلکہ اسم (نام) بجایے فاعل کے مبتدا ہوتا ہے۔ اور جملے کا دوسرا ٹکڑا جو کسی حالت یا کیفیت کی خبر دیتا ہے اسے ''خبر'' کہتے ہیں۔ مثلاً: ''وہ بیمار ہے''، ''تم سچے ہو۔ اس مثال میں ''وہ'' اور تم یہ دونوں لفظ بطور مبتدا اور بیمار ہے سچے ہو بطور خبر ہیں۔

مشق

(i) کوئی دو جملے ایسے بتلایے کہ جس میں صرف فاعل اور فعل ہوں۔
قواعد کے اعتبار سے فاعل اور فعل کی نشان دہی بھی کیجیے۔

(ii) نجمہ قرآن شریف پڑھتی ہے۔سہیل کرکیٹ کھیلتا ہے۔تم نے مٹھائی کھائی۔
اوپر کے جملوں میں فعل، فاعل اور مفعول کی نشاندہی کیجیے۔

(iii) کتاب خریدی گئی۔مکان بنایا گیا۔ندیم خط لکھتا ہے۔لڑکی کھیلتی ہے۔
اوپر کے جملوں میں فعل معروف اور فعل مجہول چن کر بتائیے۔

(iv) کوئی دو جملے سوچ کر بتلائیے کہ جس سے فعل ناقص کا علم ہو سکے تم نے اس فعل کو بخوبی سمجھ لیا ہے۔

(v) مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجیے اور بتائیے کہ کون سا جملہ کس فعل سے متعلق ہے؟
احمد دوڑتا ہے۔سہیل کتاب پڑھتا ہے۔پروین ناول پڑھتی ہے۔سلیم سخت بیمار ہے۔
چور پکڑا گیا۔

☆☆☆

زمانے کے لحاظ سے فعل کی قسمیں

JJF29S

زمانے کے لحاظ سے فعل کی چھ قسمیں ہیں۔

فعل کی قسمیں:

فعل ماضی، فعل حال، فعل مستقبل، مضارع، فعل امر، فعل نہی

فعل ماضی: گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو۔

مثلاً: نوید آیا۔ طلعت گئی۔ وغیرہ اس مثال میں دونوں الفاظ ایا اور گئی زمانہ ماضی میں ہیں۔

فعل حال: جو کام موجودہ زمانے میں ہو رہا ہو اسے زمانہ حال کہتے ہیں۔

مثلاً: شاہدہ پڑھتی ہے، نوشاد لکھتا ہے۔ اس مثال میں ''پڑھتی ہے'' اور ''لکھتا ہے'' یہ دونوں جملے زمانہ حال کے ہیں۔

فعل مستقبل: آنے والے وقتوں میں کسی کام کا ہونا یا کرنا ظاہر ہو اسے فعل مستقبل کہتے ہیں۔

مثلاً: ''پروین کٹک جایے گی'' ''نوشاد حیدرآباد جایے گا''۔ ''شاہین اسکول جایے گی''۔ اس مثال میں ''جایے گا'' ''جایے گی'' زمانہ مستقبل ہیں۔

فعل مضارع: فعل مضارع وہ فعل ہے کہ جس میں مستقبل اور حال دونوں کی جھلک پائی جایے۔

مثلاً: وہ آئیں تو میں جاؤں۔ تم نہ گیے تو میں چلا جاؤں گا۔ محنت کروگے تو پاس ہو جاؤ گے۔ ان جملوں میں جاوں۔ جاوں گا۔ ہو جاؤ گے مضارع کے الفاظ ہیں۔

فعل امر: امر کے معنی حکم کے ہیں۔ یہ وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جایے۔
مثلاً: کتاب پڑھو۔ پانی پلاؤ۔ سبق یاد کرو۔ ان جملوں میں پڑھو، پلاؤ، یاد کرو
یہ الفاظ فعل امر کے ہیں۔

فعل نہی: یہ وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے نہ کرنے کا حکم دیا جایے۔
مثلاً: شور مت کرو۔ بارش میں نہ جاؤ۔ پانی میں نہ بھیگو۔
ان جملوں میں مت کرو۔ نہ جاؤ۔ نہ بھیگو یہ فعل نہی ہیں۔

مشق

(i) ایسی کوئی تین مثالیں دیجیے کہ جس سے زمانہ ماضی، حال اور مستقبل کا علم ہو سکے۔

(ii) بارش ہونے والی ہے۔ پیاسے کو پانی پلاؤ۔ لڑائی جھگڑا اچھا کام نہیں اس سے بچو۔
سخت دھوپ ہے بازار نہ جاؤ۔ ان جملوں کی نشان دہی کیجیے کہ جس سے فعل امر،
فعل نہی اور زمانہ مستقبل کا علم ہو سکے۔

☆☆☆

حرف

JJNXBF

حروف: وہ الفاظ یا کلمے ہیں جو دو اسموں یا دو جملوں کو ملانے کا کام کرتے ہیں۔

ان کو اگر جملوں سے نکال دیا جایے تو جملے بے معنی ہو جائیں گے۔ اور مطلب سمجھ میں نہ آیے گا۔

مثلاً: زاہد گھر سے آیا۔ کتاب میز پر ہے۔ اس کی کتاب کھوگئی۔ ان جملوں میں ''سے'' ''پر''

کی یہ تینوں الفاظ حروف ہیں۔

(۱) حروف جار: حروف جار وہ حروف ہیں کہ جن کی مدد سے جملے بنتے اور با معنی ہوتے ہیں۔

مثلاً: میں، سے، پر، تک کو وغیرہ

(۲) حروف عطف: ایک کلمے یا جملے کو دوسرے کلمے یا جملے کے ساتھ جوڑنے والے الفاظ کو حروف عطف کہتے ہیں۔

مثلاً: اور۔ وہ۔ کر۔ بھی وغیرہ

محاورے

IDIOMS

محاورے

IDIOMS

JSNP5K

محاورے، روزمرّہ، مقالے، ضرب الامثال، کہاوتیں، تشبیہات، استعارے دراصل فنونِ لطیفہ کا ہی ایک حصہ ہیں۔ اس سے زبان و بیان میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ محاورہ دراصل عربی لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی گفتگو کرنا، ہم کلام ہونا، جواب دینا، بات کرنا۔ اہل زبان کی اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ الفاظ کے اس مجموعے کو کہتے ہیں جو کسی نہ کسی مصدر سے مل کر بنا ہو اور اپنے حقیقی معنی کے بجائے کسی دوسرے مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ جیسے آسمان سے باتیں کرنا۔ ہاتھ پیلے کرنا۔ فرہنگِ آصفی میں محاورہ کو اسم مذکر اور محاورات کو (محاورہ کی جمع) مونث اور بمعنی ہم کلامی، بات چیت، سوال جواب لکھا ہے۔ ڈاکٹر مولوی بدرالحق نے محاورہ کی انگریزی Idiom اور ''بامحاورہ'' کی انگریزی Idiomatic اپنی لغت میں تحریر کیا ہے۔ محاوروں کی اپنی ایک الگ تاریخ ہے داغؔ اور امیر مینائی کے دور میں اس پر بڑے بڑے تاریخی نوعیت کے مباحثے، مناظرے اور کھلے عام اظہار خیال اور لمبے عرصے تک مراسلت کا سلسلہ بھی چلتا رہا ہے اور اس احساس موضوع پر بڑے معرکے بھی ہوئے ہیں۔ محاوروں کی اہمیت ہر دور، ہر زمانے اور ہر صدی میں رہی ہے۔ منظوم محاورے ایک کیفیت ہی پیدا نہیں کرتے بلکہ سونے پہ سہاگہ ہوتے ہیں۔ اردو ادب میں ابتدا ہی سے محاوروں کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس کی افادیت کو ہر مکتبِ فکر نے تسلیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ عوامی سطح پر بھی اس کی خوب پذیرائی ہوئی ہے۔ خصوصاً صحت مند ادب کے لیے نقد و نظر زبان کی سلاست و فصاحت بیانی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی لفظیات کو برتنے کا سلیقہ، ان کا انتخاب، ان کا برمحل اور موزونیت کے لحاظ سے برجستہ استعمال اور اس کی آرائش و زیبائش اس کے قدرتی حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔

محاورے کے متعلق مسعود حسن ادیب نے اس طرح کہا ہے''ہماری زبان میں لفظوں کا مجازی معنوں میں استعمال بہت عام ہے مثلاً (۱) وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا (۲) یہ خبر سن کر ہاتھوں کے طوطے اڑ گیے (۳) زید پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ یہ جملے لغوی معنوی حقیقت سے بعید معلوم ہوتے ہیں اور نا قابلِ قیاس بھی لیکن یہ محاورہ ہونے کے باعث سننے میں خوبصورت اور بھلے معلوم ہوتے ہیں، بلکہ ان کی بروقت ادائیگی سے زبان و بیان کا حسن نزاکت اور جداگانہ کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

''مقدمہ شعروشاعری''میں مولانا حالؔی فرماتے ہیں''محاورہ لفظ میں مطلقاً بات چیت کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ بات چیت زبان کے روزمرہ کے موافق ہو خواہ مخالف، لیکن اصطلاح میں خاص اہلِ زبان کے روزمرہ یا بول چال یا اسلوب بیان کا نام''محاورہ'' ہے پس ضرورت ہے کہ محاورہ ہمیشہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ میں پایا جایے۔ کیوں کہ مفرد الفاظ کو روزمرہ بول چال یا اسلوب بیان نہیں کہا جاتا۔''

محاورات کا استعمال کبھی کبھی افعال پر بھی کیا جاتا ہے جو کسی خاص اسم کے ساتھ مل کر مجازی معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں جیسے ایک لفظ''اترنا'' ہے اس کے معنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے لانے کے ہیں۔ مثلاً: گھوڑ سوار کو گھوڑے سے اتارنا، کھونٹی سے کپڑے اتارنا، یہ اتارنا دونوں جگہ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے برعکس اگر نقشہ اتارنا، نقل اتارنا کہیں تو یہ محاورہ کہلائیں گے کیوں کہ ان میں اتارنا مجازی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح روٹی کھانا، کھانا کھانا، دوا کھانا، زہر کھانا، وغیرہ کو کسی دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے محاورہ نہیں کہا جایے گا کیوں کہ مندرجہ بالا مثالوں میں کھانا اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے برخلاف غم کھانا، قسم کھانا، دھوکا کھانا، پچھاڑیں کھانا، ٹھوکر کھانا محاورے کہلائیں گے۔

☆☆☆

JSXK78

آ

۱	آ بیل مجھے مار۔	خوامخواہ جھگڑا میں پڑنا، اپنے ہاتھوں مصیبت مول لینا۔
۲	آپ بھلے تو جگ بھلا۔	انسان خود اچھا ہو تو دنیا اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی ہے۔
۳	آپ فضیحت، دوسرے کو نصیحت۔	دوسروں کو نصیحت کرنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا۔
۴	آپے سے باہر ہو جانا۔	غصہ سے بے قابو ہو جانا، بے خود ہو جانا۔
۵	آتا نہ جاتا طبلہ بجاتا۔	کسی کام میں پورے نہیں، مگر ہر کام کرنے کی کوشش میں نقصان اٹھانا۔

ا

۱	اپنا الو سیدھا کرنا	اپنے فائدے کی خاطر دوسرے کا نقصان کرنا۔
۲	اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔	اپنے گھر پر کمزور کو بھی حوصلہ ہوتا ہے۔
۳	اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مارنا	اپنا برا آپ کرنا، خود ہی اپنا نقصان کر لینا۔
۴	اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھو۔	اپنے آپ کو ٹٹول کر دیکھو کہ خود میں کتنی برائیاں ہیں۔
۵	اپنے منہ میاں مٹھو۔	اپنی تعریف آپ کرنا۔

ب

۱	بات کا بتنگڑ بنانا۔	ذراسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔
۲	بات کہی اور پرائی ہوئی۔	بھید کھل جانے کے بعد انسان بے بس ہو جاتا ہے۔
۳	بارہ بھائی کی کھیتی۔	جس گھر میں ہر ایک کی الگ الگ رائے ہو، اس گھر کا نبھا مشکل ہوتا ہے۔
۴	باسی کڑھی میں ابال زیادہ۔	بڑھاپے میں بہت جلد غصہ آتا ہے۔
۵	بال کی کھال نکالنا۔	بہت باریکی نکالنا۔ نکتہ چینی کرنا۔

پ

۱	پانی سر سے اونچا ہونا۔	سخت آفت نازل ہونا۔ کسی بات کی انتہا ہو جانا۔ معاملے کا طول پکڑنا۔
۲	پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر۔	اپنوں میں رہ کر اپنوں سے دشمنی کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔
۳	پاؤں تلے کی زمین سرک جانا۔	ہوش اڑ جانا۔ کانپنا۔ نہایت ڈر جانا۔ لرزنا۔
۴	پاؤں دھرنے کی جگہ نہیں۔	آدمیوں سے بھری ہوئی محفل۔ بالکل جگہ نہ ہو۔
۵	پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔	ہر انگلی میں فرق ہوتا ہے۔ سب آدمی یکساں نہیں ہوتے۔

JT7G8V

ت

۱	تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔	بھانپ لینا، قیافہ شناسی، اشارے کو سمجھنے والا۔
۲	تاک جھانک کرنا۔	دوسروں کے عیب نکالنا، دوسروں کی برائی پر نظر رکھنا۔
۳	تخم تاثیر صحبت کا اثر۔	نطفہ اور صحبت اثر کیے بغیر نہیں رہتے۔
۴	تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکا ہے۔	جو قسمت میں ہے وہی ہوگا، اس کو بدلنا انسان کے بس کی بات نہیں۔
۵	تن کا کپڑا نہ پیٹ کو روٹی۔	بہت ہی غریب۔

ٹ

۱	ٹس سے مس نہ ہونا۔	ذرا بھی جنبش نہ کرنا۔ لاکھ سمجھانے پر بھی اپنی بات پر اڑے رہنا۔
۲	ٹکا سا جواب دینا۔	صاف انکار کر دینا۔ گستاخانہ جواب دینا۔
۳	ٹکر ٹکر دیکھنا۔	حیرت سے دیکھنا۔ حسرت یا شوق سے دیکھنا۔
۴	ٹکڑوں پر پلا ہوا،	جس نے بچپن سے کسی غیر کی روٹی کھائی ہو۔
۵	ٹوپی ڈالنا۔	دھوکا دے کر لوگوں سے پیسے وصول کرنا۔

JTQ8C6

ث

۱	ثواب بخشنا۔	اپنا کمایا ہوا ثواب دوسرے کو دے دینا۔
۲	ثواب کمانا۔	نیک کام کرنا۔

ج

۱	جاتی بلا کو گلے ڈالنا۔	برے کے منھ لگو گے تو گالی گلوج سننا ہی پڑے گا۔
۲	جادو وہی جو سر چڑھ کر بولے۔	بات وہ جس کا مخالف بھی اقرار کرے۔ تدبیر وہ جو کارگر ہو کے رہے۔
۳	جان بچی لاکھوں پائے۔	زندہ سلامت رہنا ہی بڑی دولت ہے۔ مصیبت سے پیچھا چھڑانا۔
۴	جان پر کھیلنا۔	ایسا کام کرنا جس میں جان جانے کا خطرہ ہو۔
۵	جان نہ پہچان خالہ ماں سلام۔	کوئی جان پہچان کے بغیر ہی واقفیت جتانے لگے۔ تو اس موقع پر یہ مثل کہی جاتی ہے۔

JTZ4DT

چ

۱	چام پیارا نہیں کام پیارا ہے۔	کسی کو صورت عزیز نہیں ہوتی، کام اور خدمت سے وقعت اور عزت ہوتی ہے۔
۲	چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی۔	ہر طرف سے اپنا ہی فائدہ ڈھونڈنا۔
۳	چٹ منگنی پٹ بیاہ۔	کسی کام کا جلدی ہو جانا۔
۴	چالاک کوّا گو کھایا۔	زیادہ ہوشیاری بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔
۵	چڑھتے سورج کو پوجا ہوتی ہے۔	دنیا میں دولت مند کی عزت ہوتی ہے۔

ح

۱	حاتم طائی کی اولاد۔	زیادہ سخاوت کرنے والے کو کہتے ہیں۔
۲	حرام کی کمائی حرام میں گئی۔	ناجائز کمائی میں کوئی دم نہیں۔ جیسے آتی ہے ویسے جاتی ہے
۳	حقہ پانی بند کرنا۔	ذات برادری سے باہر کرنا۔
۴	حیلے رزق بہانے موت۔	کوئی نہ کوئی کام کرنے سے رزق ملتا ہے موت بھی کوئی نہ کوئی بہانے یا وجہ سے واقع ہوتی ہے۔
۵	حکم حاکم مرگ مفاجات۔	حاکم اچانک جو حکم چاہے دے سکتا ہے اس کا حکم موت کی طرح اٹل ہوتا ہے۔

خ

۱	خالی باتوں سے پیٹ نہیں بھرتا۔	بیکار کی بکواس چھوڑو کچھ کام دھندے کی بات کرو۔
۲	خالی دماغ شیطان کا گھر۔	بیکار رہو گے تو وسوسے آئیں گے اس لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہو۔
۳	خاموشی نیم رضامندی ہے۔	زبان سے نہ کہے لیکن دل سے قبول کرنا۔
۴	خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔	غیب کی سزا کہہ کر نہیں آتی۔
۵	خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔	خدا کم حوصلے اور کمینے کو با اختیار نہ کرے۔

د

۱	دانت کھٹے کرنا۔	بہادری دکھانا، ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔
۲	دانے دانے پر لکھا ہے کھانے والا کا نام۔	جو دانہ جس کی قسمت کا ہو اسی کو ملتا ہے۔ جو رزق تقدیر میں لکھا ہو وہی ملتا ہے۔
۳	دل میں لڈو پھوٹنا۔	بہت خوش ہونا رہ رہ کر دل میں خوشی پھوٹنا۔
۴	دن میں تارے دکھانا۔	انتہائی خطرے میں ڈال دینا۔
۵	دو ٹکے کے آدمی کے منہ نہیں لگتے۔	چھوٹے آدمی کے منہ لگنا اپنی بے عزتی کروانا ہے۔

ضرب المثل اور کہاوت

PROVERB

ضرب المثل اور کہاوت

PROVERB

زبان وادب میں ضرب الامثال اور کہاوتوں کی اہمیت مسلم ہے، ان میں ہر دل عزیزی، بذلہ سنجی کا جوہر، عام پسند دانش مندی کا خزانہ اور انسانی تجربات کا گوہر یکتا پنہاں ہے۔ ضرب الامثال کہاوتیں سینہ بہ سینہ اور پھر کتابوں کے ذریعے ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتی رہی ہیں۔ یہ کہاوتیں انسان کی نسلی تاریخ کی اس منزل پر وجود میں آئیں جہاں عوامی گیتوں کو جنم ملا۔ ان کا رشتہ پہیلیوں اور داستانوں سے ملتا ہے۔ دنیا کی تمام زبانوں میں کہاوتوں کا بہت کچھ سرمایہ موجود ہے۔ خصوصاً انگریزی زبان میں کہاوتوں کی خاص اہمیت رہی ہے۔ سولھویں اور سترھویں صدی میں ادب اور خطابت میں کہاوتوں کا استعمال انتہائی بلندی پر تھا۔ چنانچہ ملکہ الزبتھ کے عہد حکومت میں ایک مقرر نے دارالعلوم میں اپنی تقریر صرف کہاوتوں میں کر ڈالی تھی۔ اس دور میں کہاوتوں کو کتابوں میں محفوظ رکھنے کا کام بھی نہایت اہتمام سے کیا گیا۔ ۱۶۳۵ء میں ایک انگریزی اڈیشن میں چار ہزار سے زیادہ یونانی اور لاطینی کہاوتیں جمع کی گئیں۔ اس کے بعد نامور اہلِ قلم مختلف زبانوں کی کہاوتوں پر کتابیں مرتب کرتے رہے ہیں۔

کہاوت کی تخلیق کی صحیح تاریخ اور اصل مصنف کا نام بتانا تو مشکل ہے لیکن عام خیال یہی ہے کہ اس کی ابتدا پیغمبر اور سلطان جہان ''حضرت سلیمان علیہ السلام'' سے ہوئی۔ عہد نامہ عتیق میں ''کتاب الامثال'' ثبوت کے طور پر پیش کی جاتی ہے اگرچہ بعض عالموں کے نزدیک اس میں تمام کہاوتیں پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کی نہیں ہیں۔

کہاوتوں کی خصوصیت اور افادیت پر نظر کیجیے تو خوشی اور حیرت کے ساتھ یہ بھی ملنا پڑتا ہے کہ وہ زبان وادب میں پھول کی مہک نزاکت، رنگ اور تازگی کا مقام رکھتی ہیں۔ ان میں قومی خصوصیات کے اشارے ہیں۔ بہت سی کہاوتیں قانونی نوعیت کی ہیں اگر چہ وہ آئین اور ضابطے اب منسوخ ہو چکے ہیں۔ بعض کہاوتوں سے قدیم رسم ورواج کا پتا چلتا ہے۔ ان سے طبی مشوروں نیز سے متعلق عقیدوں کی جانکاری ہوتی ہے۔ کہاوتوں میں تو نمات بھی رچ بس گیے ہیں۔ بعض شاعروں نے متروکات کی طویل فہرستیں شائع کی ہیں۔ لیکن یہ بات قابل توجہ ہے کہ کہاوتوں نے متروک الفاظ کو محفوظ رکھا ہے۔

غور کیجیے تو کہاوتیں ادب کو بیجا لمبی لمبی تشریحوں سے بچا کر کفایتِ وقت، ایجاز اور تاثر کا فیض پہنچاتی ہیں۔ ان کا نمایاں وصف صاف گوئی ہے۔ جس طرح آئین کی نظر میں ادنا اور اعلا کا امتیاز باقی نہیں رہتا اسی طرح کہاوت کی نگاہ میں تمام انسانی طبقات برابری کا درجہ رکھتے ہیں۔ کہاوت میں شخصیت پرستی نہیں ہوتی۔ یہاں خوبیوں اور خامیوں کو خلوص اور انصاف کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ تمام انسانی طبقات کی نادانی اور دانش وری کا علم سچائی کے ساتھ قاری تک پہنچتا ہے۔ کہاوت جس فرد کو نشانہ بناتی ہے اس کو چھلنی کر دیتی ہے۔ اسی گہرے تاثر اور خلوص کی بنا پر کہاوتوں کو قبولِ عام کی سند ملی ہے اور ان کی اہمیت برقرار ہے۔

کہاوتوں کے مواد میں اتحاد، قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی فضا جلوہ گر ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں کی کہاوتوں کے مطالعے سے اس بات کی سچائی کا ثبوت مل جایے گا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اردو ہندی کے بیشتر محاوروں اور تمام تر کہاوتوں میں قدر مشترک پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔

اردو ہندی	:	اندھیر نگری چوپٹ راجا۔ ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا
پنجابی	:	انھی نگری بیدار راجا۔
فارسی	:	وزیرے چنیں، شہر یارے چناں۔
انگریزی	:	Such as the Priest so is the Clerk

مختصر یہ کہ کہاوتیں انسان کی سچی ہمدرد ہیں۔ وہ زندگی کے نشیب وفراز میں مشعل ہدایت بنتی ہیں۔

JURRIR

ا۔اونٹ کے گلے میں بلّی

(سخت شرط، بے میل رشتہ، ایک چیز کے ساتھ دوسری بھی ناچار گلے پڑنا)

ایک آدمی کے پاس ایک اونٹ تھا۔اونٹ بگڑا ہوا تھا۔کام کے وقت بہت دق کرتا تھا۔منھ اٹھا کر ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش کرتا تھا اور بلبلاتا تھا۔اس کا مالک تنگ تھا۔گھر کا کوئی دوسرا آدمی اس اونٹ سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ مالک کو دوسرا کام کرنا ہو یا کہیں جانا ہو تو اونٹ کے مزے تھے۔بغیر کام کیے کھاتا پیتا تھا۔آخر کار مالک اس کی بری عادتوں سے بیزار ہو گیا۔گاؤں کے سب لوگ اونٹ کی خرابیوں سے واقف تھے۔آس پاس کے گاؤں والوں میں بھی اس کے نکمّے پن کا چرچا تھا۔ مالک نے اسے کئی بار بیچنے کی تدبیر کی مگر کوئی پوری رقم دینے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ایک دن اس نے اکتا کر کہا اب اسے نخاس میں لے جا کر دس روپے میں بیچ دوں گا۔لوگوں نے سنا تو آپس میں چرچا ہوا کہ دس روپے میں اونٹ کیا برا ہے۔کچھ لوگ خریداری کو گیے ۔مالک نے سوچا کہ گھر پر بندھا اونٹ دس روپے میں کھول کر دوں گا تو بچّے پریشان کریں گے اور بیوی تو میرے جان کو آ جایے گی۔نخاس میں لے جا کر بیچوں گا تو کسی کو خبر نہ ہو گی بعد میں جو ہو گا دیکھا جایے گا۔سارے گاؤں میں خبر ہو گئی۔گاؤں میں چند عورتوں نے یہ بھید اس کی بیوی پر ظاہر کر دیا۔

بیوی نے رات کو اپنے شوہر سے کہا ''تمہیں کچھ پتا ہے گاؤں میں کیا بات چل رہی ہے؟ تم میرے اونٹ کو دس روپے میں بیچو گے۔تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے؟''۔

اس نے کہا ''ہاں ٹھیک سنا ہے۔تم تو اونٹ کے پاس تک نہیں جا سکتیں۔جانتی ہو اس سے میرا کام بگڑ رہا ہے میرا دماغ خراب کر دیا ہے۔میں تو ہار گیا۔اب تو پرماتما کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ اسے دس روپے میں بیچوں گا۔''

بیوی بگڑ کر بولی ''خوب گھر میں آگ لگاؤ۔''

نخّاس میں لے جانے سے پہلے صبح کو کسان نے اونٹ کو خوب کھلایا پلایا۔اس کے جسم کو صاف کیا۔سن کی ایک رسی اس کے گلے میں باندھی اور اس میں ایک بلّی باندھ کر لٹکا دی۔پھر نخاس کو روانہ ہو گیا۔سارا گاؤں یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔اس کی بیوی ہنسنے لگی اور بولی ''دماغ خراب ہوا ہے۔کل کو بیوی بچوں کو بھی نخّاس میں لے جایے گا۔''

نخّاس میں اس کے چاروں طرف بھیڑ لگ گئی۔ اونٹ کے گلے میں بلّی بندھی دیکھ کر سب حیران تھے۔ کسان آواز لگا رہا تھا ''اونٹ دس روپے میں بلّی سو میں جس کے پیسے ہاتھ ہے۔ دونوں کا سودا ساتھ ہے۔''

دس روپے کا نام سن کر بہت خریدار جمع ہو گیے۔ مگر بلّی کی سو روپے کی آواز سنی تو سٹ پٹا گیے۔ ''دونوں کا دوسا ساتھ'' کی شرط سے جیب میں پڑے ہاتھ رک گیے۔ کچھ من چلے لوگ ایک طرف جمع تھے ایک بولا ''یار دس روپے میں اونٹ کسی زمانہ میں بھی نہ بکا ہوگا۔ مفت ہے مفت مگر بلّی نے مصیبت کر رکھی ہے۔ پھر بھی اس رقم میں دونوں کیا برے ہیں۔ بلّی کے دام زیادہ ہیں اونٹ تو دس روپے کا ہی رہا۔ ایسا موقع پھر کہاں''۔ اس نے ایک سو دس میں دونوں کو خرید لیا۔ کسان خوش خوش گھر واپس گیا اور بیوی کے ہاتھ میں دس روپے دے کر کہا ''اونٹ بیچ دیا''۔ اس نے روپے پھینک دیے پھر کسان نے سو روپے اس میں ملا کر دیے۔ بیوی نے کہا ''یہ کیا''؟ کسان نے کہا ''اونٹ دس کا بلّی سو روپے کی''۔ بیوی کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی ''تم تو بڑے گیانی نکلے۔'' اونٹ کے گلے میں بلّی کا مطلب یہ ہے۔

☆☆☆

۲۔ اپنا الّو کہیں نہیں گیا

(ہمارا مطلب ہر حال میں نکل آیے گا)

JV1HKE

کسی راجا کے یہاں گھوڑوں کا ایک سوداگر آیا۔ راجا نے ایک لاکھ روپے دے دیا کہ ہمارے لیے عرب سے گھوڑے لے آنا۔ سوداگر رقم لے کر چلا گیا۔ اس راجا کے شہر میں ایک تاریخ نویس تھا اس نے تاریخ میں لکھا ''راجا الّو ہے''۔ راجا کو معلوم ہوا تو تاریخ نویس کو بلا کر پوچھا ''تم نے ''راجا الّو ہے'' کیوں لکھا؟'' تاریخ نویس نے کہا کہ یوں ہی ناواقف آدمی کو لاکھ روپے دے دینا الّو پن ہے یا عقل مندی؟'' سوداگر پاگل نہیں کہ ایک لاکھ کی رقم گھر بیٹھ کر نہ کھایے اور آپ کو گھوڑے لا کر دے۔ راجا نے کہا اگر وہ گھوڑے لے آیا تو؟'' مورّخ نے جواب دیا پھر آپ کا نام کاٹ کر اس جگہ اس کا نام لکھ دوں گا۔ لہذا اپنا الّو کہیں نہیں گیا۔ وہ تو اپنی جگہ ہی رہا۔

☆☆☆

۳۔ اندھیر نگری چوپٹ راجا، ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا

(جہاں حاکم کی بے پرواہی سے اندھا دھند مچی ہو)

JVAIM2

بستی سے دور جنگل میں ایک گرو کا آشرم تھا۔ایک چیلا علم حاصل کر کے اپنے گرو کی آشرواد لے کر روانہ ہو رہا تھا۔گرو نے چیلے کی انگلی میں اپنی انگوٹھی پہناتے ہوئے کہا ’’کوئی برا وقت پڑے تو اس انگوٹھی کو انگلی سے اتار کر منہہ میں ڈال لینا۔ میں تمہاری مدد کو پہنچ جاؤں گا۔‘‘

چیلا دیش میں گھومتا ہوا ایک نگر میں پہنچا۔اس کا نام اندھیر نگری تھا مگر وہاں کے لوگ اچھے تھے۔ بھاجی اور کھاجا ایک ہی بھاؤ ملتا تھا۔مکھن بڑے دو پیسے سیر بکتے تھے۔ چیلے کو تعجب تھا کہ نگر میں جیون اتنا آسان ہے اس کا نام اندھیر نگری کیوں پڑا ہے۔

ایک دن چیلا بازار سے گزر رہا تھا۔ وہاں ایک عمارت کی دیوار چنی جا رہی تھی۔ چیلے نے ایک آدمی سے باتیں شروع کر دیں۔ ایک ساتھ ایک دھماکہ ہوا۔ دیوار گر پڑی۔ اس میں ایک مزدور دب کر مر گیا۔لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ اتنے میں راجا کے سپاہی آگیے۔ انہوں نے مالک سے باز پرس کی۔ مالک نے کہا سارا قصور دیوار بنانے والے راج کا ہے۔ اس نے چنائی ٹھیک نہیں کی اور ایک مزدور کی جان لے لی۔ سپاہیوں نے راج کو گرفتار کر کے راجا کے سامنے پیش کیا۔ مقدمہ شروع ہو گیا۔ مالک نے سارا الزام راج کے سر رکھا۔ راج نے صفائی دی کہ مزدور نے گارا پتلا کر دیا تھا وہی حادثے کا ذمہ دار ہے۔ مزدور نے کہا مجھے اپنے ساتھی مزدور کے مرنے کا دکھ ہے مگر میں بے قصور ہوں۔ بہشتی نے تغار میں پانی زیادہ کر دیا اس لیے گارا پتلا ہو گیا۔ بہشتی نے بیان دیا کہ اس چیلے کی وجہ سے یہ مصیبت کا وقت آیا۔ میں اپنی مشک کا منہہ ہاتھ سے بند کر کے پتلی دھار سے پانی ڈال رہا تھا۔ چیلا راستے میں باتوں میں لگا ہوا تھا۔ ایک چھکڑے سے بچا تو میری مشک کو دھکا لگا اور پانی ایک دم نکل پڑا۔ راجا نے مزدور کا قاتل چیلے کو قرار دیا اور پھانسی کا حکم دے دیا۔ اب چیلا سمجھا کہ اندھیر نگری کیسی ہوتی ہے۔ اپنی جان بچانے کی فکر پڑ گئی۔ اسے گرو کا اپدیش یاد آیا۔ فوراً انگلی سے انگوٹھی اتار کر منہہ میں رکھ لی۔ گرو پہنچ گیا۔ اور راجا سے پرارتھنا کی کہ چیلے کی جگہ مجھے پھانسی دے

دی جایے تا کہ پھر کوئی ایسا چیلا آشرم سے نہ نکل سکے۔راجا نے اس کی بات منظور کر لی پھر گرو نے راجا سے پوجا پاٹ کی اجازت مانگی کہ مرنے سے پہلے ایشور کا گیان دھیان اور کر لے۔راجا نے مہربانی سے یہ درخواست بھی قبول کر لی۔گرو نے تھوڑی دیر پوجا پاٹ کی اور تیز قدموں سے چلتا ہوا راجا کے سامنے آ کر مسکراتے ہویے اطمینان کے ساتھ بولا ''مہاراج! جلد پھانسی دلوا دیجیے۔یہ وقت گزرنے نہ پایے ورنہ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔'' راجا نے حیران ہو کر پوچھا'' گرو جی! موت کا ڈر نہیں۔جان دینے کی اتنی خوشی کا کیا مطلب ہے؟'' گرو نے فخر کے ساتھ کہا'' مجھے گیان ہوا ہے یہ مہورت کی گھڑی ہے جو اس پل مرے گا وہ سیدھا سورگ میں جایے گا۔راجا سٹ پٹا گیا۔سورگ اس کی نظروں میں سما گئی اور گرو سے عاجزی کے لہجے میں کہنے لگا'' گرو مہاراج! آپ گیانی ہیں اور سنسار کا بھلا کرتے ہیں۔اس شبھ گھڑی میں میرا کلیان ہونے دیجیے۔'' گرو نے راجا کی طرف پریم سے دیکھا اور کہا'' مہاراج! دھن ہو! تم پرجا کے ساتھ سکھ دکھ کے ساتھی ہو۔یہ وقت میرے لیے لالچ کا نہیں ہے۔تم ہی پھانسی پر لٹک جاؤ۔'' راجا نے پھانسی پائی۔گرو نے چیلے کا ہاتھ پکڑا ابگڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کہا آشرم سے نکل کر سنسار کی موہ میں پھنس گیا۔کچھ نہ سمجھا اب مت بھولنا'' اندھیر نگری چوپٹ راجا ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا'' سنسار میں ہوشیاری سے رہنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

JVJENP

۴۔چور کے گھر مور

(ٹھگ کا ٹھگا جانا، چالاک شخص کو بھی دھوکا دینا۔

کوئی شخص کسی سے کوئی چیز اُڑا لایے اور اس چیز کو اس سے کوئی اور جھپٹ لے جایے)

ایک چور کے گھر مور گھس آیا۔اس کے گھر میں کھونٹی پر ایک سونے کا ہار لٹک رہا تھا۔وہ ہار چوری کا تھا۔مور نے سانپ سمجھ کر اس کو نگل لیا۔مور کو ہار نگلتے ہویے چور نے دیکھ لیا۔اور کہا'' کیا خوب! چور کے گھر مور''۔

☆☆☆

۵۔انگور کھٹّے ہیں

JVTAQC

(کوشش کے بعد جب کوئی چیز نہ مل سکے تو خفت مٹانے کے لیے اس میں عیب نکالنا)

جانوروں کی الگ الگ خصلتیں اور خوبیاں ہوتی ہیں۔ لومڑی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت چالاک اور دھوکے باز ہے۔ اس کی چالاکی کی بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔ ایک دن ایک لومڑی غذا کی تلاش میں نکلی۔ سارا دن گھومتی پھرتی رہی۔ کھانے کو کچھ نہ ملا۔ اسی جستجو میں وہ ایک باغ میں پہنچ گئی۔ درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ روشوں پر پھول کھلے ہوئے تھے۔ کیاریوں میں پانی بہہ رہا تھا۔ اس خوبصورت منظر سے تکان دور کی۔ کچھ ذہن کی پریشانی بھی کم ہوئی۔ ذرا آرام کر کے وہ باغ کے اندرونی حصے میں پہنچی۔ ایک گوشے میں انگور کی بیل پھیلی ہوئی تھی۔ انگور کے خوشے لٹک رہے تھے۔ ان میں رس ہی رس جھلک رہا تھا۔ لومڑی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اوپر کو منہ اٹھا کر وہاں بیٹھ گئی۔ اور کہنے لگی ''جوئندہ یابندہ'' (جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے) ابھی تک بیکار سارے جنگل کی خاک چھانتی پھرتی تھی۔ اتنی عمدہ غذا کسے نصیب ہوگی۔ آج سے کہیں جانے کی کیا ضرورت ہے یہ انگور تو مہینوں کے لیے کافی ہیں۔ پھر اس نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا کہ کہیں کوئی کتا یا آدمی اس کی تاک میں چھپا نہ ہو۔ ہر طرح مطمئن ہو کر وہ انگور کے ایک خوشے کی طرف اچھلی جو سب سے نیچا تھا مگر وہ اس تک پہنچ نہ سکی۔ کہنے لگی عمدہ چیز آسانی سے ہاتھ کہاں آتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے رخ بدل کر چھلانگ لگائی مگر منہ میں ایک بھی انگور نہیں آیا۔ سوچنے لگی دریا کنارے سے پیاسا آنا بے وقوفوں کا کام ہے۔ ہمت نہ ہارنا چاہیے۔ پھر اس نے اپنے جسم میں پھرتی پیدا کی اور لگاتار کئی چھلانگیں لگائیں۔ مگر انگور کے خوشے تک رسائی نہ ہو سکی۔ لومڑی تھک گئی۔ اور نڈھال ہو کر راستے کی طرف رخ کیا۔ پھر لومڑی انگوروں کی طرف دیکھا۔ اتنی دیر میں ایک دوسری لومڑی آ گئی اور کہنے لگی بہن! کیوں چل دیں۔ انگور نہیں ملے؟ شکست خوردہ لومڑی نے کہا ''نہیں انگور تو بہت لگے ہیں مگر انگور کھٹّے ہیں۔''

☆☆☆

بھیگی بلّی بتانا

(بہانہ کرنا، ٹالنا، بے جا انکار اور ٹال مٹول کرنا)

برسات کا موسم تھا ایک شام کو ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ لالہ کندن لال نے سرِ شام کھانا کھالیا اور چادر اوڑھ کر کوٹھے میں اپنی چار پائی پر لیٹ گیے۔ ان کے ملازم کھچڑو نے کلی بھر کر رکھ دی۔ لالہ جی نے دو چار کش لگایے اور اونگھنے لگے۔ ان کو نیند آ گئی اور خراٹے کی آواز نے کھچڑو میں بھی سستی پیدا کر دی۔ وہ بھی چادر تان کر سو گیا۔ چلم کی آگ بجھ گئی۔ ایک نیند لے کر لالہ جی چونکے۔ کلی کی چلم پر ہاتھ رکھا۔ اس میں ٹھنڈی راکھ کے سوا کچھ نہ تھا۔ ملازم کو آواز دی ''کھچڑو! کھچڑو! کوئی جواب نہ ملا۔ لالہ جی نے آواز تیز کر کے کہا ''ارے کھچڑو! ملازم جاگ گیا اور غنودگی میں بولا میں جاگ رہا ہوں۔ لالہ جی نے کہا ذرا باہر نکل کر دیکھ آسمان پر تارے ہیں؟ ملازم نے کہا لالہ جی ایک بھی تارا نظر نہیں آتا۔ بادلوں سے آسمان ڈھکا ہوا ہے۔ لالہ جی نے کہا کھچڑو! ابھی تو بہت رات معلوم ہوتی ہے۔ جی سرکار! ابھی بہت رات باقی ہے۔ نیدن تو اُچٹ گئی ابھی دیر لگے گی۔ ہاں سرکار! ٹھنڈ جو ہے آرام کیجیے۔

لالہ جی نے کہا کھچڑو! ذرا چلم ہی بھر لا۔ ایک دم لگا لیں۔

وہ اٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ کہنے لگا۔ ''اب آگ کہاں رہی ہے سب راکھ ہو گئی۔''

لالہ جی نے کہا تو کیا ہوا ایک کنڈا لے کر جلا لے۔

کھچڑو بولا ''لالہ جی کنڈے تو جلا لوں مگر پانی پڑ رہا ہے۔

لالہ جی نے کہا پانی کی آواز تو نہیں آ رہی؟

لالہ جی بڑے زور کا پانی پڑا تھا۔ میں تو جب سے ہی جاگ رہا ہوں۔ باہر پانی رُکا کھڑا ہے۔ کالے بادل چھایے ہویے ہیں۔ دیکھیے کتنا گھور اندھیرا ہے۔

لالہ جی نے کہا ارے بھیا! ذرا باہر نکل کر دیکھ معلوم ہوتا ہے بارش بند ہو گئی ہے۔

وہ بولا، جاتا ہوں۔ اور پھر کروٹ بدل کر پڑے پڑے کہنے لگا۔ لالہ جی ابھی بوندیں پڑ رہی ہیں۔

لالہ جی نے بگڑ کر کہا۔ کھچڑو! یہ کیا بات ہے۔ چار پائی سے اٹھنے کی ذرا بھی آہٹ نہیں سنی۔ تو لیٹے ہی لیٹے سب باتیں بتا رہا ہے۔ تجھے کیسے پتا چلا کہ بارش ہو رہی ہے۔ کھچڑو بولا: جی سرکار! میں سچ کہتا ہوں ابھی باہر سے بلّی میری چار پائی کے نیچے آئی ہے۔ میں نے اس پر ہاتھ پھیر کر دیکھا وہ بھیگی ہوئی ہے۔ اس سے پتا چلا کہ بارش تھمی نہیں ہے۔

۷۔ جوتیوں کا صدقہ

(آپ کی بدولت، انکسار کا کلمہ، احسان ماننے کا اظہار)

JHC2TH

ایک صاحب بڑے خسیس تھے۔ مگر اپنی مہمان نوازی کے افسانے سنا کر اجنبی لوگوں کو خوب متاثر کیا کرتے تھے۔ پرانے دوست ان سے خوب واقف تھے اس لیے کھانے کے وقت ان کے یہاں جانے سے گریز کرتے تھے ایک دن ان کا ایک بے تکلف دوست کسی سے ملاقات کرنے گیا۔ وہاں دیر ہوگئی۔ گھر کو چلے تو کچھ ہی راستہ طے کیا تھا کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ خسیس دوست کا مکان قریب تھا۔ وہاں انہوں نے پناہ لی۔ کھانے کا وقت ہوگیا۔ خسیس دوست کو اُلجھن پیدا ہوئی۔ گھر میں جو پکا تھا وہ مہمان کے قابل نہ تھا۔ سوچنے لگے آج اپنی بات گئی۔ خرچ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ مہمان خوش پوش انسان تھے۔ اس دن فوق البھڑک بانی نئی جوتی پہنے ہوئے تھے۔ میز بان نے سوچا جوتی بکوا کر دعوت کر دی جایے تو کیا مضائقہ! چنانچہ جوتیاں اٹھا کر نوکر سے کہا انہیں بازار میں بیچ کر بڑھیا سامان خرید لانا۔ کچھ دیر بعد مہمان کے سامنے پسندیدہ کھانے کی اشیا چن دی گئیں۔ میز بان اور مہمان خوش ہو کر کھانا کھانے بیٹھ گیے۔ تھوڑی دیر میں مہمان نے کہا ''آپ نے اس قدر تکلف کیا، ہماری اور آپ کی دوستی میں دلوں کا خلوص شامل ہے۔''

میز بان بولے ''آپ نے بجا فرمایا۔ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے مگر بخدا میں نے تکلف نہیں برتا، یہ سب آپ کی جوتیوں کا صدقہ ہے''۔

بارش بند ہوئی تو مہمان نے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ دیکھا تو جوتیاں ندارد۔ سمجھ گیے کہ آج مجھے خوب بنایا۔

☆☆☆

۸۔ بندر بانٹ

(لوگوں کے جھگڑے میں انصاف کے نام پر اپنا کام بنانا)

جانوروں میں بھی انسانوں کی طرح بعض خوبیاں اور خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ بعض جانور اپنی خصوصیات کے لیے مشہور ہیں۔ مثلاً شیر کی بہادری، گھوڑے کی وفاداری، لومڑی کی چال بازی، بندر کی ہوشیاری کے ساتھ دوسروں کی چیزوں پر قبضہ جمانا۔

ایک دن دو بلیاں ایک گھر میں داخل ہوئیں۔ انہیں کچھ کھانے کو نہ ملا۔ باورچی خانے میں پہنچیں۔ تمام چیزیں نعمت خانے میں بند تھیں۔ اتفاق سے ایک پلیٹ میں پنیر کا ٹکڑا رہ گیا تھا۔ ایک بلّی اسے لے کر بھاگی۔ دوسری نے اس کا پیچھا کیا۔ آخر کار ایک درخت کے نیچے دونوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ پنیر کا ٹکڑا بیچ میں رکھ کر دونوں نے اپنے بال کھڑے کیے۔ جسم کو پھلایا۔ گردن آگے بڑھائی۔ آنکھوں میں سرخی آ گئی۔ ایک دوسرے پر غرّا کر اپنی طاقت کا اظہار کیا مگر اپنا حق لینے کی کوشش میں کوئی کسی سے دبنے کا نام نہ لیتی آخر کار گتھم گتھا کی نوبت آ گئی۔ درخت پر ایک بندر بیٹھا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ اس فکر میں تھا کہ دونوں لڑ کر تھک جائیں تو میں دخل دے کر اپنا کام بنا لوں۔ چنانچہ موقع پر نیچے اُترا۔ بلیوں سے کہنے لگا۔ تم ایک ہی نسل کی ہو۔ دونوں ضرورت مند ہو اور خوراک بھی مل گئی ہے۔ مگر لالچ اور خود غرضی نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔ انصاف کو بھول گئیں۔ دونوں برابر بانٹ لیتیں تو کیا اچھا ہوتا۔ تم تو رات دن گھروں کے اندر جاتی ہو اور اپنا پیٹ بھر لیتی ہو۔ ہمیں دیکھو کہ کسی کے گھر نہیں جاتے۔ جنگل میں بندروں کی فوج رہتی ہے۔ بچّے بھی ساتھ رہتے ہیں۔ کوئی کسی کو ستاتا نہیں۔ ایک ہی درخت پر رات گزار دیتے ہیں۔ کبھی تھوڑی بہت ناراضگی ہوئی تو پنچ فیصلہ کر دیتا ہے۔ یہاں بیچ راستے میں تم لڑ کر اپنی بدنامی کر رہی ہو۔ اگر تمہاری آواز سن کر کوئی کتا آ گیا تو پنیر بھی ہڑپ کر جائے گا اور تم دونوں کی بھی بری گت بنائے گا۔

بلّیوں پر بندر کی سمجھ داری اور انصاف کی باتوں کا اثر ہو گیا اور کہنے لگیں "ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ ہمیں کیا پتا تھا تم اوپر براجمان ہو۔ اب تم ہی انصاف کر دو۔ بندر نے ترازو ہاتھ میں لی۔ پنیر کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں پلڑوں میں رکھے۔ وزن برابر نہ تھا۔ اندازے سے بڑے ٹکڑے کو دانت سے کم کیا اور کھا گیا۔ پھر وزن کرنا شروع کیا۔

بندر اس عمل کو دُہراتا رہا اور بلّیاں انصاف کی منتظر رہیں۔ آخر میں ایک چھوٹا ٹکڑہ رہ گیا۔ بندر بولا اب اس کے کیا ریزے ریزے کروں۔ اس سے تمہارا کیا بھلا ہوگا۔ تمہاری نیت کی خرابی نے پہلے ہی سارا کام بگاڑ دیا۔ میں نے تمہارے ساتھ ہمدردی کی اور اتنی دیر تک پنیر کے دونوں ٹکڑوں کا وزن برابر کرنے کی محنت کی۔ کب سے ترازو کو اٹھائے ہوئے ہوں۔ میرے ہاتھ بھی تھک گیے۔ چلو! یہ ٹکڑا ہی میری مزدوری میں دے دو۔ یہ کہہ کر بندر نے وہ ٹکڑا بھی کھالیا اور کہنے لگا آج سے میل ملاپ کا سبق یاد رکھنا۔ دونوں بلّیوں نے ایکدوسرے کی طرف غور سے دیکھا اور یہ کہہ کر اپنا اپنا راستہ لیا'' آپس کے جھگڑے کا نتیجہ بھی دیکھا اور بندر بانٹ بھی!''

☆☆☆

۹۔ جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم
جس نے کی بے حیائی اس نے کھائی دودھ ملائی

(غیرت منداور تکلف والے ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں۔)

ایک دیہاتی زمیں دار کے بڑے بیٹے کی شادی ہوئی۔ وہ گونا کر کے اپنی بیوی کو گھر لایا۔ ساس نے بہو کو معمولی طور سے کھانا دیا۔ دلہن شرم ولحاظ کی وجہ سے کچھ نہ کہتی تھی وہ سال کی دست نگر رہی اور تکلیف اُٹھاتی رہی۔ تھوڑے دن بعد اس کے دیور کا بیاہ ہوا۔ ساس نے اس دلہن کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا۔ مگر وہ شوخ طبیعت تھی اور بے باک بھی۔ اس کے ایک بچّہ ہوا۔ وہ بچے کو دودھ دینے کے بہانے سے رسوئی میں جاتی اور دودھ کی ہانڈی میں سے خوب دودھ پیتی اور ساری ملائی اتار کے چٹ کر جاتی تھی۔ ساس نے ملائی کے غائب ہونے کا چرچا کیا اور چھوٹی بہو پر شبہ کیا۔ تو اس نے کہا ہاں میں بالائی کھاتی ہوں'' جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم، میری جٹھانی شرم کی بھوکی مری۔ بڑی بہو بھی ساس اور چھوٹی بہو کی باتیں سن رہی تھی اس نے کہا سچ ہے جس نے کی بے حیائی اس نے کھائی دودھ ملائی۔ میں نہ شرم کرتی نہ بھوکی مرتی''۔

☆☆☆

۱۰۔تیس مارخاں بنے پھرتے ہیں
(بڑے بہادر بنے پھرتے ہیں، بڑے اکڑفوں کرتے ہیں)

ایک سپاہی مدت سے بیکار تھا۔ بیٹھے بیٹھے گھر کا سارا سامان بیچ کر کھا گیا۔ جب کچھ نہ رہا تو مجبوراً بیوی سے کہا کہ کل ہمارا ارادہ ہے کہ تلاش روزگار کو کسی طرف جائیں۔ کچھ ناشتہ ہمارے لیے تیار کر دو۔ اس کی بیوی نے تیس لڈو چورے کے تیار کیے مگر جس اوکھلی میں کوٹ کے لڈو تیار کیے تھے۔ اس میں ایک کالا سانپ بیٹھا تھا۔ وہ بھی کٹ کر چورے میں مل گیا۔ لڈو تیار ہو گیے تو باندھ کر میاں کے حوالے کیے۔ صبح ہی روانہ ہو گیا۔ جب چلتے چلتے دوپہر ڈھلی اور بھوک معلوم ہوئی تو ایک کنویں کے پاس درخت کے سایے میں ٹھہر گیا۔ کویں سے پانی بھرا، ہاتھ منہ دھویا ہی تھا کہ ناگہاں تیس راہزن آپہنچے۔ سپاہی کو بہت دھمکایا۔ اس نے اپنی ناداری کا حال بیان کیا مگر لٹیروں نے اس پر کچھ رحم نہ کیا۔ سپاہی نے دیکھا کہ بغیر کچھ لیے یہ ٹلنے والے نہیں۔ اس نے کہا میرے پاس صرف تیس لڈو ہیں۔ یہ حاضر ہیں۔ یہ میرا ایک مہینے کا توشہ ہے۔ قزاقوں نے اس کو بھی نہ چھوڑا اور ایک ایک لڈو سب بانٹ کر کھا گیے۔ کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ ہر ایک کا حال خراب ہو رہا ہے۔ کوئی گر پڑا۔ کوئی اونگھ رہا ہے اور کوئی پینک میں ہے۔ سپاہی کو خیال ہوا کہ ابھی تو یہ اچھے خاصے تھے۔ وہ ان کے پاس آیا تو سب کو بے ہوش پایا۔ کچھ تو مر چکے تھے اور باقی سسک رہے تھے۔ اس وقت اس نے سپاہیانہ پینچ کھیلا۔ سب کے ناک اور کان کاٹ کر ایک رومال میں باندھے اور اپنا راستہ لیا۔

ایک شہر میں پہنچا وہاں کا یہ دستور تھا کہ نیا مسافر بادشاہ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ جب یہ سپاہی پیش ہوا تو اس نے سارا حال پوچھا گیا۔ اس وقت اس نے خوب شیخی بگھاری اپنے باپ دادا کی جواں مردی کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اپنا حال بیان کرو۔ اس وقت اس سپاہی نے ان تیس رہزنوں کے ناک کان بادشاہ کے حضور میں پیش کیے۔ یہ وہ راہزن تھے جنہوں نے ساری سلطنت میں فساد برپا کر رکھا تھا۔ ہزاروں قافلے لوٹے تھے۔ سیکڑوں آدمی مارے اور کسی کے ہاتھ یہ آیے۔ اس واقعے کو سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور سپاہی کو بہت کچھ خلعت وانعام دیا اور جاگیر دی۔ جس وقت یہ بازار میں نکلتے سب لوگ کہتے کہ یہ تیس مار خاں جاتے ہیں۔ سارے ملک میں ان کی شجاعت بہادری کی دھاک تھی۔ ان کی بیوی بھی دوسری عورتوں پر خوب رعب جماتی تھی۔

☆☆☆

۱۱۔ تھالی کا بینگن

(جو شخص لالچ کے باعث ہر ایک کی طرف داری کرنے لگے۔ مطلب پرست)

ایک نواب صاحب تھے۔ وہ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ اس میں ان کی مرغوب غذا بینگن کا سالن بھی تھا۔ نواب کے یہاں مصاحبین کی باتیں بڑی عجیب اور مزے دار ہوتی ہیں۔ مصاحبین کا قاعدہ ہے کہ وہ مزاج شناس بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس صحبت میں بھی ایک مصاحب نے اپنی ذہانت کے کرشمے دکھایے۔ کہنے لگا حضور بینگن کا کیا کہنا بورانی بنتی ہے اور بینگن کے کتنے آداب ولوازم ہیں۔ بریانی سے کھا لیجیے ڈلما بھی پکتا ہے۔ اور لطف یہ کہ الٹے ہاتھ سے بھی کھاؤ تو مزے کے لگیں۔ اور بینگن کا سا حسن صورت تو فطرت نے کسی ترکاری کو عطا ہی نہیں کیا۔ کیا رنگ ہے کیا روپ ہے۔ اس پر کیسی دمک اور ریشم کی طرح چکنا چتر دھاری ہے۔ سر پر سبز تاج ہے اور شاہی عصا بھی شامل ہے۔ واقعی بادشاہوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

نواب صاحب خوش ہو کر مصاحب کی لذیذ حکایت سنتے رہے اور مزے مزے میں بینگن کا سالن معمول سے زیادہ مقدار میں کھا گیے۔ محفل برخاست ہوئی۔ نواب صاحب محل سرا میں پہنچے۔ استرات کے لیے مسہری پر لیٹ گیے۔ رات کو خوش گوار نیند نہیں آئی۔ پیٹ میں قراقر رہی۔ صبح کو محفل جمی تو نواب صاحب نے فرمایا

''بھئی! بینگن تو بہت بے ہودہ چیز ہے''۔

وہی مصاحب اب کہنے لگا ''حضور! بینگن سے بُری دنیا میں کوئی ترکاری ہی نہیں۔ نام سنیے تو ''بے گن'' رنگ دیکھیے تو سب ترکاریوں سے جدا۔ نہ سبز ہے، نہ گلابی، نہ سفید، پوری طرح کالا بھی نہیں۔ اس کو کاٹ کر دیکھیے بیج افراط سے بھرے ہویے ہیں جیسے کیڑے سما گیے ہیں۔ اس لیے فطرت نے اس کے دہانے پر سبز مہر لگا دی ہے اور دماغ میں میخ ٹھوک دی ہے۔

نواب صاحب نے کہا ''بینگن کے بیان میں رات اور صبح کو یہ فرق! مصاحب نے دست بستہ عرض کیا ''حضور کا نوکر ہوں۔ بینگن کا نہیں۔ نواب صاحب مسکرانے لگے اور فرمایا ''تو تھالی کا بینگن ہے''۔

☆☆☆

۱۲۔ تصویر کا دوسرا رُخ
(کسی چیز یا بات کا دوسرا پہلو)

JXHH2V

پرانے زمانے میں نائٹ بہادری کے لیے مشہور تھے۔ وہ بڑے جانباز ہوتے تھے۔ زندگی میں چیلنج قبول کرنا ان کا معمول تھا۔ اپنی بات کے دھنی ہوتے تھے۔ ذرا سی بات پر جان لڑا دیتے تھے اور کامیابی کے لیے مر جانا ان کی نظر میں ذلت کی زندگی سے بہتر تھا۔

ایک مرتبہ دو نائٹ گھوڑوں پر سوار ہتھیاروں سے جسم آراستہ دو مختلف سمتوں سے چلے آ رہے تھے۔ شہر کے بازار میں چوراہے پر دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ چوراہے کے بیچ میں ایک چبوترا تھا۔ اس پر پرانے زمانے کے ایک مشہور نائٹ کا مجسمہ نصب تھا۔ اس کا ایک رخ سنہری تھا اور دوسرا رپہلی۔ دونوں نائٹ اس مجسمے کے سامنے آ گیے اور گھوڑے روک لیے۔ ایک نائٹ نے کہا ’’کیا بہادر انسان تھا۔ حکومت نے بھی اتنی قدر کی ہے کیا خوب سونے کا مجسمہ تیار کرایا ہے‘‘۔

دوسرے نے کہا ’’بہادری میں شک ہے نہ قدر دانی میں مگر مجسمہ اصلی چاندی کا بنوایا ہے۔ کتنا چمک دار ہے۔‘‘ پہلا نائٹ بولا ’’سونا اور چاندی کی پرجھ تک نہیں۔ دونوں میں کتنا فرق ہے۔‘‘ دوسرا نائٹ بولا ’’مجھے تعجب ہے کہ تم اپنی بات کو منوانے کے لیے مجسمے کی توہین کر رہے ہو۔ مجسمہ خالص سونے کا ہے۔ بات میں بات نکلتی گئی۔ بحث بڑھ گئی۔ تکرار تک نوبت آ پہنچی۔ دونوں نے ڈویل (Duel) کا اعلان کر دیا۔ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ خوب جنگ ہوئی۔ دونوں زخمی ہو کر گھوڑوں سے گر پڑے۔ بازار میں بھیڑ لگ گئی۔ مگر کس کی مجال تھی کہ دخل دے سکے۔ سب دم بخود تھے۔ اسی دوران میں اتفاق سے ایک پادری آ گیا۔ اس نے ماجرا سنا تو بہت افسوس کیا۔ دونوں کی بہادری کی داد دی۔ انھیں بتایا کہ تم دونوں نے سچائی کے لیے ڈویل کی اس لیے دونوں لائق تحسین ہو۔ نائٹ کہنے لگے ’’پادری صاحب! دونوں کس طرح سچے ہو سکتے ہیں۔‘‘ پادری نے کہا تم دونوں سچے ہو۔ مجھے یقین ہے۔ ذرا سمتیں بدل کر مجسمے کو دیکھو۔ مجسمہ ایک طرف سے سنہری ہے اور دوسری طرف رُپہلی ہے۔ اس لیے دونوں طرف سچائی تھی۔ مگر یہ خامی رہی کہ ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ غور سے کام نہ لیا۔ ہر ایک نے اپنے مشاہدے کو ٹھیک سمجھا۔ دنیا میں معاملہ فہمی کی ضرورت ہے۔ دونوں نائٹ اٹھے۔ مجسمے کو دنوں طرف سے دیکھا تو سچائی سامنے آئی۔ اپنے کیے پر شرمندہ تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ اور پادری کا شکریہ ادا کر کے گھوڑے بڑھایا۔

☆☆☆

۱۳۔ ٹیڑھی کھیر
(مشکل کام)

JXHD4I

ایک غریب نابینا تھا۔اس کی ایک شخص سے بڑی دوستی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کا سہارا تھے۔ جہاں کہیں دعوت ہوتی تھی وہ شخص نابینا کو چھڑی پکڑ کر راستہ بتا تا ہوا چلتا تھا۔کھانے بیٹھتے تو نابینا کو دسترخوان پر لگی چیزوں کی بابت بتا تا جاتا اور کھانے کے بعد نابینا کو ان کے گھر پہنچا دیتا تھا۔

ایک دن ایک درگاہ میں لنگر تھا۔اس شخص نے نابینا ساتھی سے کہا کہ شام کو درگاہ چلنا ہے۔ میں آجاؤں گا۔ آپ میرا انتظار کریں۔

وقت پر نابینا کا دوست آ گیا۔ دونوں گھر سے روانہ ہوگیے۔ ایک کمرے میں جاجم بچھی ہوئی تھی۔لوگ صفیں بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دونوں ایک گوشے میں جاجم پر بیٹھ گیے۔ نابینا نے دیوار کے سہارے اپنی کمر ٹکا دی۔ برتنوں کی کھنکھناہٹ شروع ہوئی چمچوں کی آواز آئی۔ نابینا بولے بڑا اچھا انتظام کیا ہے۔ دوست نے کہا بڑے سرکار کا لنگر ہے کوئی معمولی کام نہیں۔ نابینا بولے ''جزاک اللہ!'' تھوڑی دیر میں قابوں میں کھیر اتاری گئی۔

دوست نے اپنی نابینا کی قاب بھروا کر رکھ لی۔اور کہنے لگا ''بھائی نابینا! بسم اللہ کیجیے''۔

نابینا نے پوچھا ''بھلے آدمی! یہ تو بتاؤ دسترخوان پر کیا کیا ہے؟''

دوست نے کہا ''بھائی! کچھ نہ پوچھیے۔ بڑے مزے کی کھیر ہے۔ ہونٹ بند ہو جائیں گے۔زبان چٹخارے لے گی''۔

نابینا نے کہا ''اچھا یہ بات ہے مگر یار یہ تو بتاؤ کھیر کیسی ہوتی ہے؟''

دوست نے کہا ''سفید سفید ہوتی ہے''۔

نابینا نے پوچھا ''سفید کس کو کہتے ہیں؟''

دوست بولا ''بس جیسے بگلا ہوتا ہے۔''

نابینا کہنے لگا ''میاں بگلا کیسا ہوتا ہے؟''

دوست نے اپنا ہاتھ کہنی تک موڑ کر نابینا کے منھ کے سامنے کر دیا۔ نابینا نے اس کے ہاتھ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ انگلیوں سے کہنی تک اپنا ہاتھ پھیرا اور کہنے لگا ''یہ تو ٹیڑھی کھیر ہے ہم سے نہیں کھائی جایے گی۔

☆☆☆

JY6966

۱۴۔ دریں چہ شک
(اس میں شک کی کوئی بات نہیں)

ایک سوداگر کا کاروبار بگڑ گیا۔ دوستوں نے رفاقت چھوڑ دی۔ ان کی بیوی بڑی تیز طرار تھی۔ دونوں نے صلاح کی کہ اس شہر کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جا کر بسنا چاہیے۔ اپنا سامان لے کر وہاں سے روانہ ہو گیے۔ ان کے پاس نبگالے کی ایک مینا بھی تھی ایک نیے شہر میں مکان کرایے پر لیا۔ اس کے دو دروازے تھے۔ ایک سڑک کی طرف کھلتا تھا اور دوسرا پیچھے کی طرف۔ چھتے میں دروازے پر ایک پہرے دار مقرر کر دیا۔ اب سوداگر نے بازار میں گھومنا شروع کیا۔ کپڑے، زیور، فرنیچر، کراکری کی بڑی بڑی دکانوں کو دیکھا۔ گھر میں بیوی نے مینا کو ''دریں چہ شک'' کی مشق کرائی۔ وہ نسوانی لہجے میں بالکل بیگم کے انداز میں ''دریں چہ شک'' کہنا سیکھ گئی۔

سوداگر نے ایک مینا کے پنجرے کو پالکی میں رکھوایا۔ اس کے اوپر طاس کا پردہ ڈال دیا۔ بازار میں بڑے دکان داروں کے یہاں پالکی لے گیے۔ مال دیکھانے کو پالکی کے اندر کر دیتے اور قیمت بتاتے۔ پھر کہتے

''مال پسند آ گیا؟ پالکی سے آواز آتی ''دریں چہ شک''۔

اپنے گھر لے چلیں؟ ''دریں چہ شک''۔

قیمت صبح کو ادا کریں گے؟ ''دریں چہ شک''۔

غرض گھر آ کر پالکی زنانہ مکان میں اتروادی۔ مال مکان میں بھجوادیا۔

دوسرے دروازے پر بار برداری تیار تھی۔ مال لدوادیا اور وہاں سے چمپت ہو گیے۔ دکان دار آ کر آوازیں دینے لگے۔ مکان میں گھس کر دیکھا تو خالی۔ بس برآمدے میں مینا کا پنجرا لٹکا ہوا تھا۔ اس کے پاس پہنچ کر آپس میں لوگوں نے کہنا شروع کیا۔'

'یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ مینا نے بولی ''دریں چہ شک''۔

سوداگر نے جُل دے دیا۔ ''دریں چہ شک''

بہت برے مارے گیے۔ ''دریں چہ شک''

آخر کار کفِ افسوس ملتے ہویے سب واپس چلے گیے۔

☆☆☆

۱۵۔ چھوڑو بی بلّی، چوہا لنڈورا ہی بھلا
جو نقصان پہنچا سو پہنچا اب میرا پیچھا چھوڑو

(کوئی شخص کسی کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے قابو میں لانا چاہتا ہے اور وہ اس کے فریب میں نہ آیے)

کتے بلّی اور بلّی چوہے کی دشمنی مشہور ہے۔ ایک گھر میں چوہے بہت ہو گیے تھے۔ تنگ آ کر مالک نے ایک بلّی پال لی۔ چوہے دن بھر بلّی کے ڈر سے بل میں گھسے رہتے۔ رات کو بلّی سو جاتی تو کھانے کی تلاش میں ادھر ادھر پھدکتے تھے۔ اتفاق سے رات کو بلّی باورچی خانے میں بند رہ گئی۔ وہ وہیں سو گئی۔ چوہوں نے نکل کر اپنا کام شروع کر دیا۔ بلّی کی آنکھ کھل گئی، اور اس نے سستی دور کرنے کو انگڑائی لی۔ چھوٹی چوہیاں اور چوہے اس کی آہٹ پاتے ہی بھاگ گیے۔ ایک چوہا بڑا موٹا اور نڈر تھا وہ نہیں بھاگا۔ اور آنکھ چمکا کر بلّی کی طرف دیکھتا رہا۔ بلّی بھی گھات لگایے بیٹھی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے نہیں سرکی اور اچانک چوہے پر جست لگائی۔ چوہا بڑا تیز تھا۔ فوراً بل میں بھاگا مگر اس کی دُم بلّی کے منہہ میں آ گئی۔ بلّی نے زور سے دانت جما دیے۔ اتنا موقع نہ تھا کہ دم چھوڑ کر اسکی پیٹھ یا گردن کو دبوچ لے۔ اس کا سر بل کے اندر تھا۔ اُدھر چوہے نے طاقت کے ساتھ زور لگایا۔ اس کی دم کٹ گئی اور بلّی کے منہہ میں رہ گئی۔ چوہا بل میں گھس گیا۔ چوہے کو زخم کی تکلیف ہوئی مگر بلّی کو ندامت تھی اور کھلاہٹ کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ بلّی نے غصّے کو ضبط کیا اور چالاکی سے کام نکالنا چاہا۔ چوہے سے کہنے لگی۔ میاں! ایسی زندگی سے موت بہتر۔ چونٹے چونٹیوں تمہاری دم کو لگ جائیں گے۔ زخم بڑھ گیا تو سارا جسم سڑ جایے گا۔ دم اچھی بھی ہو گئی تو تمہاری برادری والے زندگی بھر طعنہ دیں گے۔ تمیں لنڈورا کہیں گے۔ اب جی کر کیا کرو گے۔ آؤ تمہیں کھا ہی لوں۔ چوہے نے کہا ’’آپ کی بات کا شکریہ۔ چھوڑو بی بلّی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔‘‘

دعوتِ شیراز

(بے تکلفی کی دعوت جس سے تکلیف نہ ہو۔حاضر اور موجود چیز کھلا دینے کی ضیافت)

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کسی جگہ اپنے ایک دوست کے مہمان ہوئے۔اس نے ان کے کھانے میں بڑا اہتمام اور تکلف کیا۔شیخ سعدی جب کھانے سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا'' آہ! دعوتِ شیراز'' دوسرے وقت میزبان نے اس سے بھی پر تکلف کھانا تیار کرایا۔دوسرے وقت کھانا کھا چکنے کے بعد مہمان نے پھر وہی فقرہ کہا'' آہ! دعوتِ شیراز'' تیسرا وقت میزبان نے پھر بہترین کھانے کا انتظام کیا مگر تیسرے وقت بھی مہمان نے وہی فقرہ کہا۔شیخ سعدی کئی دن مہمان رہے اور رفتہ رفتہ تکلف کم ہوتے گیے۔اس نے اپنے دل میں کہا کہ کسی دن چل کر ان کے یہاں دعوت کھاؤں گا۔دیکھوں تو کیا بات ہے۔اس کو یہاں کا کھانا پسند نہ آیا اور دعوت شیراز کو یاد کرتے ہیں۔

شیخ سعدی کے دوست ایک دن شیراز پہنچ گیے۔شیخ کے مہمان ہوئے۔میزبان نے ہاتھ دھلا کر گھر میں جو معمولی کھانا پکا تھا۔مہمان کے سامنے لا کر رکھ دیا۔مہمان نے کھا لیا اور خیال کیا کہ اس وقت موقع نہ تھا۔دوسرے وقت شیخ سعیدی ضرور پر تکلف کھانا کھلائیں گے مگر دوسرے وقت بھی وہی معمولی کھانا ان کے سامنے آیا۔اور جب تک وہ شیخ کے مہمان رہے ویسا ہی سادہ بے تکلف اور معمولی کھانا کھلاتے رہے۔آخر جب مہمان رخصت ہونے لگے تو انھوں نے شیخ سے پوچھا کہ'' بھائی جب تم میرے مہمان تھے دعوتِ شیراز کو یاد کیا کرتے تھے اور اچھے سے اچھے کھانے کو ناپسند کیا کرتے تھے۔یہ کیا بات ہے؟''

شیخ سعدی نے جواب دیا کہ تکلف کی مہمان داری دو تین وقت نبھ سکتی ہے۔اس لیے یہ مشہور ہے''ایک دن کا مہمان دو دن کا مہمان، تیسرے دن بلائے جان'' میں اسی لیے دعوتِ شیراز کو یاد کیا کرتا تھا کہ بے تکلف کھانا کھلانے میں مہمان کتنے ہی دن رہے، طبیعت پر بار نہیں گزرتا۔اسی کا نام'' دعوتِ شیراز'' ہے۔

☆☆☆

رہیں جھونپڑوں میں خواب دیکھیں محلوں کا

(مفلسی میں تونگری کی امنگ کرنے والے کی نسبت بولتے ہیں،
بے مقدوری میں مقدور والوں کی برابری کرنا)

کسی شہر میں ایک مال دار سوداگر تھا۔اس کے ایک ہی بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے پر تمام جایداد اور دولت کا تنہا وارث ہوا۔مفت خورے دوستوں کا مجمع اس کے گرد شہد کی مکھیوں کی طرح جمع ہو گیا۔ رات دن عیش و آرام میں گزرنے لگے۔دوست مالدار ہوتے گیے اور یہ تاجر مفلس۔اب دوست اس سے گریز کرنے لگے۔ایک دن اس کی ماں نے اس کو اداس پا کر کہا میں اسی دن کے لیے نصیحت کیا کرتی تھی افسوس تو نے ایک نہ سنی۔ بیٹے نے کہا تم نے جو کچھ کہا سب بجا تھا۔اس شہر کے لوگ مطلب کے یار ہیں۔آیندہ کبھی دوستوں کے چکر میں نہ پھنسوں گا۔کچھ جایداد بیچ کر سرمایہ اکٹھا کیا اور احتیاط سے رکھا اور یہ معمول بنایا کہ ہر روز ایک نو وارد مسافر کو شام کے وقت اپنے گھر لے جاتا کھلا پلا کر صبح کو رخصت کر دیتا اور کہہ دیتا کہ اب کبھی میرے گھر نہ آنا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ کسی نو وارد کی تلاش میں دریا کے پل پر بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں کے بادشاہ سے اس کی ملاقات ہوئی جو ایک غرب تاجر کے بھیس میں تھا۔ بادشاہ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔بادشاہ رعایا کا حال معلوم کرنے کو بھیس بدل کر نکلا کرتا رہا۔تاجر نے اس کو مدعو کر دیا اور اپنے گھر مہمان رکھا۔تاجر کی باتیں سن کر بادشاہ حیران تھا۔تاجر نے یہ بھی بتایا کہ محلے کی مسجد کا امام اور اس کے چار دوست نہایت مردوم آزار ہیں۔اگر میں ایک روز کے لیے بادشاہ ہو جاؤں تو سو کوڑے مشیروں کے اور چار سو کوڑے اس ملا کے لگوا کر شہر میں تشہیر کراؤں۔آخر شب میں میزبان نے مہمان سے کہا تھوڑی سی رات باقی ہے اب سونا چاہیے۔صبح کو دروازہ بند کر کے چلے جانا۔مہمان نیکافی کے فنجان میں بے ہوشی کی دوا ملا کر کہا یہ آخری جام میرے ہاتھ سے پی لو۔پھر ہم کہاں اور تم کہاں۔اس کے پیتے ہی تاجر بے ہوش ہو گیا اور بادشاہ نے اپنے غلام سے کہا اس کو اٹھا کر لے چلو۔اپنے ہمراہ محل سرا میں لا کر اپنی خواب گاہ میں لے گیا اور وزیر سے کہا کہ ہماری جگہ تخت پر یہ شخص جلوس کرے گا۔تاجر کی صبح کو آنکھ کھلی۔سب نے اس کو بادشاہ کی طرح مخاطب کیا وہ پریشان تھا کہ یہ عالم خواب ہے یا عالم بیداری۔

اس کو لباس شاہانہ پہنا کر تاج شاہی رکھا گیا۔ دربار میں اُمرا نے نذریں پیش کیں۔ امورِ سلطنت اس نے انجام دیے۔ کوتوال حاضر ہوا تو اس نے اپنے محلے کی مسجد کے امام اور اس کے چاروں مشیروں کو طلب کر کے سزا دلوائی۔ اس کے بعد دربار برخواست ہوا۔ بادشاہ کے حکم سے اسے بے ہوشی کی دوا پلا دی گئی اور اس کو اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔

صبح کو وہ اٹھا تو بہکی بہکی باتیں کرنے لگا۔ ماں نے کہا بیٹا تجھے کیا ہو گیا۔ اس نے کہا میں بادشاہ ہوں۔ تم بیگم عالیہ ہو۔ ماں نے کہا ''رہیں جھونپڑوں میں خواب دیکھیں محلوں کا''۔ تو نے کوئی خواب دیکھا ہو گا۔

☆☆☆

۱۸۔ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھے

(معاملہ کیا صورت اختیار کرتا ہے۔ یعنی انجام کیا ہو گا)

K7XN59

ایک قصبے سے دو اونٹ ایک شہر کو روانہ ہوئے۔ ایک اونٹ پر چارا لدا ہوا تھا۔ اور دوسرے پر چوڑیاں تھیں۔ کسان نے منہیار سے کہا کہ تم اپنا اونٹ آگے رکھو۔ منہیار نے کہا عجیب آدمی ہو۔ تم اپنا اونٹ آگے رکھو۔ میرا اونٹ بھی سہارے سے آگے بڑھتا رہے گا۔ میرا اونٹ آگے رہا تو پیچھے مڑ کر چارے کی طرف دیکھتا رہے گا۔ دونوں کی چال کم ہو جائے گی۔ پھر میرے اونٹ کے آگے چلنے میں بھی خطرہ ہے۔ کہیں اونٹ بدک گیا تو کانچ کی چیز ہے نازک سب ڈھیر ہو جائے گا اور میری رقم ڈوب جائے گی۔ تمہیں کیا ڈر۔ کسان چپ ہو گیا اور اونٹ کو آگے کر لیا۔ منہیار کے اونٹ نے پیچھے سے چارا کھانا شروع کر دیا۔ کسان اور منہیار دونوں ملہاریں گاتے رہے۔ منہیار خوش تھا کہ مفت کے چارے میں اس کے اونٹ کا پیٹ بھر جائے گا۔ کسان نے دیکھ لیا کہ منہیار کا اونٹ چارے میں بھی منہ ڈالتا ہوا چل رہا ہے۔ آخر کار اس نے راستے میں کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا ضبط سے کام لیا مگر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ضرور کہتا رہا ''دیکھیے اونٹ کس کل بیٹھے''۔ منہیار کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ شہر میں داخل ہوئے تو منزل پر پہنچے پر منہیار کا اونٹ پیٹ بھر چکا تھا۔ وہ ایک کروٹ سے بیٹھا۔ منہیا کی تمام چوڑیاں چکنا چور ہو گئیں۔ اب کسان خوش تھا اور فتح مند۔ اس وقت منہیار کی سمجھ میں آیا ''دیکھیے اونٹ کس کل بیٹھے'' کا کیا مطلب ہے۔

☆☆☆

دودھ کا دودھ پانی کا پانی
(پورا پورا انصاف)

ایک بندر کسی حلوائی کی دکان سے ایک کلھڑ جس میں روپے پیسے تھے اٹھا کر لے گیا اور ایک درخت پر جا بیٹھا۔ اس نے روپے اٹھنیاں وغیرہ دریا میں پھینکنا شروع کیں اور پیسے حلوئی کی دکان کی طرف۔ اس وقت حلوائی نے جل کر کہا ''ارے ظالم کیا غضب کر رہا ہے؟''

تماشائیوں میں سے ایک شخص بول اٹھا ''دودھ کا دودھ پانی کا پانی''۔

''دودھ کے دام تیرے پاس پھینک رہا ہے اور پانی کے دام پانی میں ملا رہا ہے''۔

☆☆☆

۲۰۔ چراغ تلے اندھیرا
(اوروں کو فائدہ پہنچانا اور اپنوں کو محروم رکھنا، منصف حاکم کے قریب میں ظلم ہونا)

ایک سوداگر بادشاہ کے قلعے کے نیچے لوٹا گیا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ ''قزاقوں نے حضور کے قلعے کی دیوار کے نیچے لوٹ'' لیا۔

بادشاہ نے کہا ''تو ہوشیار کیوں نہ رہا؟''

اس نے کہا ''بندے کو معلوم نہ تھا کہ جہاں پناہ کے زیر سایہ بھی مسافر لوٹے جاتے ہیں''۔

بادشاہ نے کہا ''تو نے نہیں سنا'' چراغ تلے اندھیرا''۔

☆☆☆

۲۱۔ چور کی داڑھی میں تنکا

(عیب دار اپنی حرکت سے پہچانا جاتا ہے، کوئی کسی کے طعنے و کنایے کو اپنی جانب منسوب کرے)

ایک گاؤں کے مندر سے مورتی چوری ہوگئی۔ گاؤں کے مکھیا اور دوسرے لوگوں نے چور کا پتا لگانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اس گاؤں کے قریب ایک دوسرا بڑا گاؤں تھا۔ وہاں ایک بوجھ بجھکڑ رہتے تھے۔ سارا گاؤں جب کسی مسئلے کے حل میں ناکام ہو جاتا تھا گاؤں کے سر برآوردہ لوگ بوجھ بجھکڑ کی خدمت میں جا کر اپنی پریشانی بیان کرتے تھے۔ وہ بڑے اعتماد سے سر ہلاتے تھے۔ کبھی مسکراتے تھے۔ کبھی سنجیدہ صورت بنا لیتے تھے۔ اس کے بعد مسئلے کا حل بتا دیتے تھے۔ چنانچہ چوری کا معاملہ بھی ان سے رجوع کیا گیا۔ بوجھ بجھکڑ نے آنکھیں بند کیں، دیر تک سوچتے رہے۔ پھر سب کو غور سے دیکھا اور ہنسنے لگے۔ اور بولے سارا گاؤں مل کر اپنے ہی گاؤں کے چور کا پتا نہیں لگا سکا۔ جاؤ۔ ہم چور کو پکڑوا دیں گے۔ مال بھی برآمد کرا دیں گے مگر سارے گاؤں پر جرمانہ ڈالیں گے۔ سب نے کہا بوجھ بجھکڑ جی ہم سب تیار ہیں جو حکم ہو۔ انہوں نے کہا میرے پاس سے سب چلے جاؤ۔ میں کل تمہارے گاؤں میں آکر تدبیر بتاؤں گا۔ سب لوگ اپنے گاؤں کو واپس چلے گیے۔

دوسرے دن صبح ہی بوجھ بجھکڑ پنچایت گھر میں پہنچ گیے۔ پنچایت کی اور سارے گاؤں کو شکرانا کھلانے کی رائے دی۔ روپیا جمع کر لیا گیا۔ پنچایت گھر میں سب کو ایک جگہ بٹھا کر شکرانا کھلایا گیا۔ بیچ میں بوجھ بجھکڑ بیٹھ گیے۔ کھانا کھاتے کھاتے اچانک کھڑے ہویے اور مسکرا کر بولے "بھائیوں! میں نے چور کا پتا لگا لیا ہے۔ یہیں بیٹھا ہے۔ کس مزے سے شکرانا اُڑا رہا ہے۔ اس کی داڑھی میں تنکا ہے۔ سب لوگ داڑھی والوں کی طرف دیکھنے لگے۔ چور کی بھی داڑھی تھی۔ وہ جلدی جلدی داڑھی کو پھٹکارنے لگا کہ تنکا گر جایے۔ بوجھ بجھکڑ نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا یہی چور ہے۔ اس کو سب نے گھیر لیا۔ وہ بوجھ بجھکڑ نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا یہی چور ہے۔ اس کو سب نے گھیر لیا۔ وہ بوجھ بجھکڑ کے قدموں پر گر پڑا۔ مورتی واپس کر دی۔

☆☆☆

K8Z7BU

حبشی کی ٹوپی

(ہر شخص کو اپنی ہی عقل اور اپنا ہی بیٹا سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے)

ایک بادشاہ کے دربار میں بچوں کے پیار پر گفتگو ہو رہی تھی۔ وہاں دو گروہوں کی مختلف رائیں تھیں۔ ایک گروہ کا خیال تھا کہ بچوں پر عموماً سب کو پیار آتا ہے۔ بچے سب کو خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے گروہ کا کہنا تھا کہ ہر شخص اپنے بچے کو دنیا کے دوسرے بچوں سے زیادہ خوبصورت خیال کرتا ہے۔ اس کو اپنے بچے پر زیادہ پیار آتا ہے اس وقت گفتگو میں فیصلہ نہ ہو سکا۔

بادشاہ نے رائے کی سچائی معلوم کرنے کو دربار منعقد کیا۔ شہر کے ہر طبقے کے بچوں کو دربار میں بلایا۔ وزیروں اور سرداروں کے بچے بھی تھے اور خدمتگاروں کے بچے بھی تھے۔

ایک زرنگار ٹوپی شاہی تخت پر رکھوا دی۔ دربار آراستہ ہو گیا تو بادشاہ تشریف لایے۔ بچوں کی دنیا دیکھ کر بہت خوش ہویے۔ بچے بھی دربار شاہی میں پہنچ کر بہت مگن تھے۔ بادشاہ نے زرنگار ٹوپی اٹھائی اور ایک حبشی غلام کو وہ ٹوپی دے کر کہا۔ اس وقت دربار میں تم کو جو بچہ سب سے پیارا نظر آئے اسے یہ ٹوپی پہنا دو۔ حبشی غلام ٹوپی لے کر صفوں سے گزرتا گیا اور غور سے بچوں کو دیکھتا گیا۔ آخر میں اس نے وہ زرنگار ٹوپی اپنے بچے کو پہنا دی۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ ہر شخص اپنے بچے کو ہی زیادہ خوبصورت سمجھتا ہے اور اس سے زیادہ پیار رکھتا ہے۔

☆☆☆

چور کا مال سب کوئی کھایے۔ چور کی جان اکارت جایے

K993DH

(برے کو سوا ضرر کے کچھ فائدہ نہیں ملتا)

ایک شخص جس نے چوری کے ساتھ قتل کی واردات بھی کی تھی، پکڑا گیا۔ جرم ثابت ہونے پر حاکم نے ء پھانسی کا حکم دیا۔

پھانسی کے وقت اس مجرم سے پوچھا گیا کہ تجھ کو کچھ کہنا ہے َاس نے اپنی ماں سے آخری ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ حاکم نے ملنے کی اجازت دے دی۔ اس نے اپنی ماں کو نہایت قریب بلا کر کہا کہ تیرے کان میں کچھ کہنا ہے۔ اس کی ماں نے اپنا کان بات سننے کے لیے مجرم بیٹے کے منہہ کے پاس کیا تو بیٹے نے ماں کا کان دانت سے کاٹ لیا جس کی تکلیف سے وہ بلبلا اٹھی۔ لوگوں نے ملاقات کی اور کہا کہُ

''ایسے وقت بھی اپنی شرارت سے باز نہ آیا''۔

اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ:

''میں بچپن سے چوری کا عادی ہوں۔ پہلے گھر کی چیزوں کو چرایا کرتا تھا۔ مگر ماں نے گھر کی چیزیں چرائے جانے پر کبھی باز پرس نہ کی۔ عادت ہوتے ہوتے اور لوگوں کی چوریاں کرنے لگا۔ بڑا ہو کر اس کام میں مشاق ہو گیا اور بڑی بڑی چوریاں کیں۔ اگر شروع میں مجھ کو اس سے روکا جاتا تو آج یہ روزِ بد مجھ کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ سب مزے میں رہے اور جان پر میری بنی۔''

☆☆☆

مضمون نویسی

مضمون نویسی

اور اس کے اصول و آداب

K9HYF5

کسی موضوع کو ذہن میں رکھ کر اس کے متعلق اپنے خیالات کو آسان، خوبصورت اور موزوں الفاظ میں اس طرح تسلسل کے ساتھ بیان کرنا کہ پڑھنے والا اس کو بخوبی سمجھ جایے۔ ''مضمون نویسی'' کہلاتا ہے۔ مضمون نویسی بھی ایک فن ہے۔ اچھا مضمون نگار بننے کے لیے ذخیرۂ معلومات وخزانہ الفاظ کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور برابر لکھنے کی مشق کرنی ضروری ہے۔ مطالعہ سے نہ صرف معلومات ہوتا ہے بلکہ انشاء پردازی کے اسلوب سے واقفیت ہوتی ہے۔ مضمون نویسی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے چند خاص خاص باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ مضمون لکھنے سے پہلے اس موضوع کے تمام اہم پہلوؤں کا ایک خاکہ ذہن میں بنالیا جایے جس پر مضمون لکھنا ہے۔ یعنی مضمون کی تمہید کیا ہو، کون کون سی باتیں کس کس ترتیب سے لکھی جائیں وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ اپنے خیالات کو ادا کرنے کے لیے آسان پر اثر اور صحیح زبان کا استعمال کرنا چاہیے۔

۳۔ تحریر میں الجھاؤ، الفاظ کی تکرار اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۴۔ موضوع تحریر میں تسلسل اور ربط مضمون نویسی کی جان ہے۔

۵۔ جس موضوع پر مضمون لکھنا ہو اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات ہونی چاہیے۔

ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے حکومت وقت کسی جماعت، مذہب یا فرد کی توہین ہوتی ہو۔

۶۔ مضمون کو کئی پیراگرافوں میں تقسیم کر کے لکھنا چاہیے۔ پورے مضمون کو ایک پیراگراف میں لکھنا غلط ہے۔

۷۔ پورے مضمون کو لکھ لینے کے بعد ایک بار ضرور دہرا لینا چاہیے۔

۱۔ تمہید

۲۔ نفس مضمون

۳۔ اختتام

۱۔ تمہید مضمون کا اہم اور پہلا حصہ ہے۔ اس میں اصل موضوع یا نفسِ مضمون سے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے چند پر اثر اور زوردار جملے اس طرح کے لکھے جاتے ہیں جس سے پڑھنے والوں کے ذہن اصل موضوع کی طرف راغب ہوں اور ان کی دلچسپی بڑھے۔

۲۔ مضمون کا درمیانی حصہ نفس مضمون کہلاتا ہے۔ جس میں موضوع کے متعلق تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ حصہ طویل ہوتا ہے اس لیے اس کو کئی پیراگرافوں میں تقسیم کر کے لکھنا چاہیے۔

۳۔ مضمون کا آخری حصہ اختتام کہلاتا ہے۔ اس میں مضمون نگار کو اپنے خیالات کا نچوڑ پُر اثر انداز میں لکھنا ہوتا ہے۔ تاکہ پڑھنے والا متاثر ہو اور آسانی کے ساتھ مضمون کے موضوع پر اپنی رائے قائم کر سکے یا اس سے کچھ نتیجہ اخذ کر سکے۔

مضامین تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) بیانیہ مضامین

(۲) حکائیہ مضامین

(۳) فکری مضامین

۱۔ بیانیہ مضامین: وہ مضامین ہیں جن میں کسی شخص، عمارت، یا کسی جاندار کا مفصل ذکر کیا جایے۔

جیسے: ''تاج محل''، ''جواہر لال نہرو''، ''گایے'' وغیرہ

۲۔ حکائیہ مضامین: وہ مضامین ہیں جن میں کسی واقعہ، کہانی، تفریح یا سفر کے حالات وغیرہ بیان کیے ہوں

جیسے: ''میری زندگی کا ایک اہم دن''۔ ''یوم آزادی''۔ ''میرا دلچسپ سفر''۔ میرا پسندیدہ کھیل''۔
''ریل کا حادثہ'' وغیرہ۔

۳۔ فکری مضامین: وہ مضامین جن کی بنیاد تمام تر خیالات اور افکار پر ہوتی ہے۔ مثلاً ''چاندنی رات''۔
''اگر میں وزیر اعظم ہوتا''۔ ''وقت کی قیمت'' وغیرہ۔

ذیل میں نمونے کے طور پر چند مضامین کے اشارے لکھے گیے ہیں۔ مضمون شروع کرنے سے پہلے آپ بھی اپنے مضمون کے لیے اس کے موضوع کے اعتبار سے چند ضروری اشارے متعین کیجیے۔

۱۔ جانوروں کی بابت:

(۱) قسم (۲) جسم کے حصے اور ان کی خصوصیات (۳) عادات (۴) خوراک (۵) رہائش (۶) فوائد و نقصانات

۲۔ موسموں کے متعلق:

(۱) تمہید (۲) وقت (۳) خصوصیات (۴) نباتات اور انسانوں پر اس کا اثر (۵) فوائد و نقصانات (۶) عام رائے

۳۔ سائنسی ایجادات کے لیے:

(۱) تمہید (۲) عوام میں اس کا استعمال (۳) موجد (۴) اس کی ایجاد سے پہلے کا طریقہ کار (۵) فوائد و نقصانات (۶) عام تاثر

۴۔ کھیلوں کے متعلق:

(۱) تمہید (۲) اس کھیل کی ایجاد کب اور کہاں ہوئی۔ (۳) کھیلنے والوں کی تعداد (۴) سامان کھیل (۵) کھیل کا طریقہ اور جگہ (۶) صحت پر اثر (۷) کھیل کی مقبولیت (۸) فوائد اور نقصانات

۵۔ کسی شخص کے متعلق:

(۱) تمہید (۲) نام ولدیت اور خاندان (۳) مقام پیدائش، تاریخ پیدائش (۴) تعلیم و تربیت (۵) اہم کارنامے (۶) اس کی ذات سے ملک یا سوسائٹی کو فائدہ (۷) عادات (۸) وفات (۹) یادگار

۶۔ تہوار کے لیے:

(۱) کس قوم کا اور کس نوعیت کا تہوار ہے یعنی مذہبی، سماجی یا قومی (۲) کب منایا جاتا ہے (۳) کیوں منایا جاتا ہے (۴) کس طرح منایا جاتا ہے (۵) اس کیا چھے اور برے پہلو (۶) برے پہلوؤں کے سدھار کا طریقہ

نوٹ

: عموماً طلبہ چند لائین لکھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے مضمون مکمل کر لیا۔ اس طرح وہ امتحان کے موقع پر اچھے نمبروں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ چھٹی تا بارہویں جماعت کے طلبہ کے لیے لازم ہے کہ وہ جماعت کے اعتبار سے مضمون کی زبان، انداز تحریر، دلائل مضمون کی جسامت، مثالیں اور نفس مضمون کے معیار کا خیال رکھیں۔

جماعت کے اعتبار سے امتحان میں سو (۱۰۰) سے لے کر تین سو (۳۰۰) الفاظ تک کے مضامین لکھنے کے لیے آتے ہیں۔ مضمون لکھنے کے بعد ان کو گننا وقت ضائع کرنا ہے۔ اگر آپ نے ہر لائن پر مضمون لکھا ہے تو سو (۱۰۰) الفاظ کے لیے امتحان کی کاپی کا ایک صفحہ کافی ہے۔

☆☆☆

۱۔علم کی اہمیت

K9RUGS

تمہید:

لغت میں علم کا معنی ’’جاننا‘‘ ہے۔خدائے تعالیٰ نے انسان کے اندر بے پناہ صلاحیتیں دی ہیں۔انسان اپنے ذہن کو جس چیز کے جاننے اور سیکھنے میں لگا تا ہے اس میں کامیابی ہوتی ہے۔کاشتکاری کے طریقے کو جاننا علم ہے،فن موسیقی کا جاننا علم ہے،تجارت کے قاعدوں کا جاننا علم ہے،ریاضی اور سائنس کا جاننا علم ہے،حکومت کے دستور کو جاننا علم ہے،موٹر،ہوائی جہاز وغیرہ کا بنانا اور چلانا علم ہے لیکن عام طور پر کتابوں کی مدد سے پڑھنے اور لکھنے کو علم کہتے ہیں اور پڑھا لکھا یا عالم کہتے ہیں۔

علم کی اہمیت:

علم کی اہمیت مسلّم ہے،بزرگوں نے کہا ہے کہ ’’دولت،عورت اور کھانا‘‘ لوگوں سے چھپانا چاہیے ورنہ نقصان اٹھانے کا اندیشہ ہے۔دولت کے خرچ کرنے پر دولت گھٹتی ہے لیکن علم وہ دولت ہے اسے جتنا خرچ کیجیے وہ بڑھتی ہے۔علم کی دولت کو کوئی چور چرا نہیں سکتا۔سونے،چاندی،ہیرے،جواہرات،روپے اور ڈالر جیسی دولت کی حفاظت کے لیے ٹریزری،تہہ خانے اور صندوق کی ضرورت پڑتی ہے۔اور اس کی مزید نگرانی کے لیے مسلح سپاہی کا پہرہ لگایا جاتا ہے۔لیکن علم کی دولت کے لیے اس قسم کی نگرانی کی ضرورت نہیں ہے۔علم کا خرچ کرنا اس کی نگرنی ہے۔اور دولت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

دنیاوی دولت کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو لے جانے کے لیے مسلح سپاہی سے مدد لینی پڑتی ہے لیکن علم کی دولت کے لیے نہ کسی سپاہی کی ضرورت ہے نہ خارجی مدد کی۔علم کا مقام دل کا صندوق ہے۔جہاں علم والا جاتا ہے اس کے ساتھ علم بھی جاتا ہے۔برے وقت میں اپنے بیگانے ہو جاتے ہیں،خویش و اقارب دور ہو جاتے ہیں، دانت کاٹی روٹی کھانے والے اور جاں نثاری کا دعویٰ کرنے والے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں لیکن علم ہر حال میں علم والے کے ساتھ رہتا ہے خواہ وہ سفر میں ہو یا حجر میں،رات کی تاریکی میں ہو یا دن کے اجالے میں بھری محفل میں ہو یا گوشۂ تنہائی میں،کٹھنائی کی منزل میں ہو یا عیش و طرب کی مجلس میں۔ہر حال میں اس کا معین و مددگار رہتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے تمام مردوں اور عورتوں کو علم حاصل کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے چین بھی جانا پڑے تو وہاں پہنچ کر علم حاصل کرو۔ یعنی تحصیلِ علم کے لیے دور دراز کا سفر کرنے کی حاجت پڑے تو وہاں جاکر علم حاصل کرنا چاہیے۔

علم سے فائدے:

آج دنیا میں جتنی ترقیاں ہیں وہ سب علم کی بدولت ہیں۔ نئی ایجادات وانکشافات کا سہرا علم کے سر پر ہے۔ علم سے دل ودماغ روشن ہوتے ہیں۔ علم دولت کمانے کا ایک ذریعہ بھی ہے، علم والے کی ہر جگہ قدر ہے۔ علم والا اگر کالا کلوٹا اور بدصورت ہو تو علم اس کی زندگی کو حسین وخوبصورت بنادیتا ہے۔ خوبصورت انسان کی اس وقت قدر ہوتی ہے جبکہ وہ علم کے زیور سے آراستہ ہو۔ بغیر علم کے انسان جانوروں کی طرح ہے۔ علم سے انسان کی بات چیت اور چال چلن میں خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے اخلاق اوصاف میں نمایاں تبدیلیاں آتی ہیں۔ بداخلاق انسان بھی علم سے سدھر جاتا ہے۔ علم سے عزت، دولت، شہرت وثروت ملتی ہے۔ علم والا دنیا کے جس گوشے میں رہے اس کا اپنا مقام ہوتا ہے۔ لوگ اس سے فیض پانے کے لیے اس کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ علم والا جہاں پہونچتا ہے اس کا والہانہ استقبال ہوتا ہے۔

جاہلوں کی قدر ومنزلت، دولت یا عہدہ کی بنیاد پر ہوسکتی ہے۔ دولت اور عہدہ ختم ہوجانے کے ساتھ سلام وکلام کرنے والے بھی رخصت ہوجاتے ہیں لیکن ایک عالم کی قدر ومنزلت میں کوئی فرق آتا نہیں ہے۔ اس کی قدر ومنزلت کا چاند کبھی نہیں گہناتا۔ جہاں کہیں وہ رہے اس کے چاہنے والوں اور عقیدت مندوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے علمی کارنامے کو یاد کرتے ہیں۔ تاریخ میں اس کو جگہ ملتی ہے۔

علم کیسے حاصل کیا جایے:

جب کبھی اور جہاں کہیں موقع ملے علم حاصل کرنے میں کوتاہی نہی کرنا چاہیے۔ اسکول، کالج اور مدرسے میں داخلہ لے کر علم حاصل کیا جایے یا کسی غیر سرکاری اداروں میں علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تعلیم یافتہ لوگوں کی صحبت میں اُٹھنا بیٹھنا بھی علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جو چیز ہم نہ جانتے ہوں علم والوں سے دریافت کرتے ہویے شرم نہ کرنا چاہیے۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ سے بزرگوں نے پوچھا کہ آپ نے اتنے علم وفنون کیسے حاصل کر لیے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کا ہمیں علم نہیں تھا علم والوں سے معلوم کرتے ہوئے ہم نے کبھی شرم محسوس نہیں کی۔

عقلمند وہی ہے جو تحصیل علم کے مواقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دے۔ اخبارات ورسائل پڑھنا، علمی مذاکرے میں شریک ہونا اور علمی مجلس میں جانا، معلومات میں اضافہ کرنے کی صورتیں ہیں۔

ایران کے مشہور سیاح اور فارسی کے شاعر و مضمون نگار سعدیؒ شیرازی نے کہا ہے ''اگر کسی دیوار میں کوئی حکمت کی بات تحریر ہو تو عقلمند اس سے نصیحت پکڑتا ہے'' اور علم کی فضیلت میں انہوں نے فرمایا ہے:

پئے علم چوں شمع باید گداخت ☆ کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

یعنی علم حاصل کرنے کے لیے موم بتی کی طرح پگھلنا چاہیے یعنی موم بتی دنیا کو روشنی پہچانے کی خاطر اپنے وجود کو ختم کر دیتی ہے۔ اسی طرح انسان کو علم حاصل کرنے کے لیے زندگی بھر تک کوشش جاری رکھنا چاہیے اور اسی کوشش میں عمر ختم ہو جایے کیوں کہ بغیر علم کے انسان خدا کو نہیں پہچان سکتا۔

خاتمہ:

اس لیے ترقی یافتہ ممالک میں ثانوی درجے تک علم حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ آج ہمارے ملک میں تعلیم کے لیے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ کروڑوں کی تعداد میں طلبأ اور طالبات اسکول، کالج، مدارس اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے میں شب و روز ہمہ تن مصروف ہیں۔ جدید قدیم ہر قسم کی تعلیم کے لیے ہزاروں درس گاہیں علم کی روشنی عام کرنے کے لیے کھلی ہوئی ہیں۔

☆☆☆

تعلیم نسواں

KA1QIF

تمہید:

تعلیم کے بغیر انسان جانور صفت بن جانات ہے۔ تعلیم ہی زندگی کو سنوارتی ہے۔ اچھی اور بری چیزوں میں فرق بتاتی ہے۔ اور آداب و اخلاق سے ہم کنار کرتی ہے۔ زندگی کی گاڑی کو صحیح راہ پر چلانے کے لیے عورت و مرد دونوں کو تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔

تعلیم نسواں کی ضرورت:

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ عورت مرد کی زندگی کی مختلف منزلوں میں مختلف حیثیت سے آتی ہے۔ سب سے پہلے عورت ماں بن کر آتی ہے اور ماں اپنے بچے کی پہلی استانی ہوتی ہے۔ بچے کی دیکھ ریکھ اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کھلانا پلانا دھلانا، اچھی اور بری چیزوں میں فرق بتلانا۔ ماں اگر تعلیم یافتہ نہ ہو تو بچے کی اچھی تربیت نہیں ہوسکتی۔

اس کے بعد عورت بہن کی شکل میں آتی ہے۔ اپنے بھائی کی ہم نوا و ہم مذاق ہوتی ہے۔ اپنے بھائی کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ بہت اپنے بھائی کو جس طرح تربیت دے سکتی ہے جاہل بہن وہ تربیت نہیں دے سکتی۔

آخر میں عورت ایک بیوی کی صورت میں جیون ساتھی اور رفیقۂ حیات بن کر آتی ہے جو جوانی سے مرتے دم تک ساتھ رہتی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ ایک علم و ہنر سے آراستہ بیوی زوجیت کے جو فرائض انجام دے سکتی ہے جاہل بیوی سے وہ فرائض کی ادائیگی نہیں ہوسکتی۔ لہذا مردوں کے ساتھ عورتوں کی تعلیم بھی اہم ہے۔ اور عورت ساری دنیا کی آبادی کا نصف حصہ ہے۔ اس نصف حصہ کو تعلیم کے زیور سے آراستہ نہ کرنا حماقت ہے۔

تعلیم نسواں کے فائدے:

تعلیم نسواں کے بے شمار فائدے ہیں۔عورت اپنے کنبے کے لیے ہوم منسٹر کی حیثیت رکھتی ہے۔گھریلو امور اس سے متعلق ہوتے ہیں۔ایک تعلیم یافتہ اور سلیقہ مند خاتون اپنے کنبے کے لوگوں کے مدارج کو خوب سمجھتی ہے۔کس سے کس طرح پیش آنا چاہیے وہ بخوبی جانتی ہے۔خورد ونوش کا اچھا انتظام کرتی ہے۔چیزوں کا لین دین۔حساب کتاب کا کام وہ سنبھالتی ہے۔غلط اور بے ہودہ رسم ورواج سے دور رہتی ہے۔گھر اور بدن کی صفائی کی اہمیت کو وہ سمجھتی ہے۔اس کے کاموں اور باتوں میں سلیقہ مندی نظر آتی ہے۔ ہر معاملہ میں اپنے شوہر کی بہترین مشیر ہوتی ہے۔تکلیف ومصیبت کے وقت اچھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔اپنے بچوں کی تندرستی کے اصولوں سے واقفیت رکھتی ہے۔معمولی بیماریوں میں ابتدائی علاج خود کر لیتی ہے۔ جاہل عورتوں سے یہ ساری چیزیں باقاعدہ نہیں ہوسکتی۔اس کے علاوہ تعلیمی سند یافتہ عورتوں کے شوہر اگر سرکاری ملازم ہیں تو اس کی اموات کی صورت میں انہیں ملازمتیں بھی ملتی ہیں۔

ہمارے ملک میں تعلیمِ نسواں کا حال:

آزادی کے بعد ہمارا ملک تعلیم نسواں میں بہت آگے بڑھا ہے۔لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کے لیے ہزاروں اسکول اور کالج کھل گیے ہیں جہاں لاکھوں کی تعداد میں خواتین اونچی تعلیم حاصل کر کے مختلف طریقے سے ملک کی خدمت میں مصروف ہیں۔

آج ہر شعبے میں خواتین کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔لڑکیوں کا تعلیمی معیار بلند ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ عورتیں صرف گھر ہی کے کام کرسکتی ہیں۔ بیرونی کام ان سے نہیں ہوسکتے۔لیکن آج عورتیں مردوں کے دوش بدوش حکومت کے ہر شعبے میں کام کرتی ہوئی دکھائی پڑتی ہیں۔

آج عورتیں اسکول اور کالج میں پڑھاتی ہیں۔جج اور وکیل ہو رہی ہیں۔ وزارت کا عہدہ سنبھال رہی ہیں، یہاں تک کہ کار اور ہوئی جہاز بھی چلاتی ہیں۔

تعلیم نسواں کے بارے میں لوگوں کے خیالات:

عورتوں کی تعلیم کے بارے میں کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ عورت ایک الگ جنس ہے۔ اس کو ایسی تعلیم دی جایے کو خانہ داری کے لیے مفید ثابت ہو۔ اور اس قسم کی تعلیم ہرگز نہ دینی چاہیے کہ وہ شمعِ خانہ کے بجایے شمعِ محفل بن جایے۔ اور جدید ذہن رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ عورتوں کی تعلیم مردوں کے برابر ہونی چاہیے کہ عورت کسی معاملہ میں احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ اور عورتیں مردوں کے برابر کام کرنے کی اہلیت بھی رکھتی ہیں اور انہیں مردوں کے برابر مساوی ملنے چاہئیں۔

کچھ اور لوگ کا خیال ہے کہ عورتوں کو اونچی سے اونچی تعلیم دینے میں کوئی تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ مذہبی اور خانہ داری کی تعلیم بھی ضروری ہے اور اونچی تعلیم کے تحصیل میں اپنی تہذیب سے دست بردار ہونا نہیں چاہیے۔ کیوں کہ عورت کا حسن شرم و حیا میں ہے۔ جو عورت مغرب زدہ ہو جاتی ہے وہ عیاش اور سست ہو جاتی ہے۔ گھریلو کام اس سے صحیح نہیں ہو پاتا۔

خاتمہ:

لہذا عورتوں کی تعلیم کے ساتھ اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور ان کی تعلیمی نصاب میں جدید تعلیم کے ساتھ معاملات و اخلاقیات کی باتیں بھی داخل کرنا ضروری ہیں جس سے عورت اپنے فرائض کو اچھی طرح جان سکے۔

تعلیم لڑکیوں کو بھی دینی ضرور ہے
سمجھیں نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور ہے

☆☆☆

وقت کی پابندی

KAALK3

تمہید:

لمحہ، گھنٹہ، شام، دوپہر، رات، ہفتہ، مہینے اور سال وقت ہیں۔ کاموں کو مقرر وقت پر کرنا ''پابندئ وقت'' کہلاتا ہے۔

وقت کی رفتار ہوا اور بجلی سے بھی زیادہ تیز ہے۔ وقت خاموشی سے نکل جاتا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ وقت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں''۔

چند چیزیں ایسی ہیں کہ جانے کے بعد واپس نہیں آتیں۔ جان جسم سے، تیر کمان سے، بات زبان سے اور وقت ہماری زندگی ہے۔ ہر نقصان کی تلافی تو ہوسکتی ہے مگر جو لمحہ اور گھنٹہ گزر جاتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ دنیا کی ساری چیزوں سے وقت زیادہ قیمتی ہے اور وقت کو قیمتی سرمایہ بھی کہا گیا ہے۔

وقت کی پابندی سے فائدے:

ہماری تمام ترقیوں کا دارومدار وقت کی پابندی پر ہے۔ جو وقت کی قدر کرتا ہے وقت اس کی قدر و منزلت کو بڑھاتا ہے اور جو وقت کو برباد کرتا ہے وہ زندگی بھر کفِ افسوس ملتا رہتا ہے۔

وقت کے پابند انسان کو وقت بہت وسیع لگتا ہے۔ وہ وقت کی کمی کی شکایت نہی کرتا اور ہر مشکل کام اسے آسان لگتا ہے۔ وقت کی پابندی کرنے والے طالب علموں سے ان کے اساتذہ، ملازمین سے ان کے افسر، دکان دار سے خریدار اور نوکروں سے ان کے مالک خوش رہتے ہیں۔ جو طالب علم باقاعدہ اسکول جاتا ہے، استاد کی باتوں کو غور سے سنتا ہے، گھر میں اسباق یاد کرتا ہے وہ اپنے ساتھیوں سے آگے نکل جاتا ہے۔ اسے امتحان میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی اور وہ اچھے نمبروں کے ساتھ پاس کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ وقت کی پابندی ترقی و کامیابی کی کنجی ہے۔

آج دنیا میں جن لوگوں نے ترقیاں حاصل کی ہیں وہ سب کے سب وقت کے پابند تھے۔ جو شخص ہر کام کے لیے وقت مقرر کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے وہ ترقی کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جو آج کا کام کل کے لیے چھوڑتا ہے اور سوچتا ہے کہ کل کریں گے اور اسے نہیں معلوم کہ آنے والے کل میں پھر کیا نئے کام آپڑیں گے۔ اسی طرح کاموں کے انبار لگ جاتے ہیں اور اس سے پریشانی بڑھتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ''آج کا کام کل پر نہ ٹال'' عقلمندی یہی ہے کہ آج کا کام آج، کل کا کام کل کرنا چاہیے۔

آج دنیا میں وہی قوم ترقی یافتہ ، تجربے کار ، ہوشیار ، قابل اور دولت مند نظر آتی ہے جس نے وقت کو صحیح استعمال کیا ہے اور وقت کی اہمیت کو سمجھا ہے اور جو قوم اپنی دولت کے بل بوتے پر عیاشی کرتی ہے، محنت سے دور بھاگتی ہے وہ ترقی کے سامنے دست نگر ہوتی ہے اور اس کی خوشامد کرتی پھرتی ہے۔

آج شہروں اور گاؤں میں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جن کے آگے آباء واجداد اپنے وقت کے رئیس تھے، اچھی خاصی کوٹھی اور بڑی جائداد چھوڑ کر دنیا سے گیے لیکن ان کی اولاد کام چور، نااہل اور عیاش نکلی۔ باپ دادا کی دولت کو دائیں بائیں ہاتھ سے خرچ کر کے بھیک منگی تو ہوگئی لیکن پدرم سلطان بود کا زعم باقی رکھا۔ ایسے لوگوں پر دنیا انگشت اٹھاتی ہے۔ سماج میں ان کی کوئی قدر نہیں ہے۔ لوگوں کی نظر میں ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔

غرض کہ ہماری زندگی کی ساری کامیابیاں وقت کی پابندیوں پر موقوف ہیں۔ یہ منٹ، یہ لمحہ اور یہ گھنٹہ جو دبے پاؤں ہمارے سامنے سے نکل جاتا ہے اس کی قدر کرنے میں ہماری کامیابی مضمر ہیں۔

وقت کی پابندی نہ کرنے سے نقصان:

کہا گیا ہے کہ خالی دماغ شیطان کا اڈہ ہوتا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی خرابی وقت کی ناقدری ہے۔ بیکاری بہت سی برائی پیدا کرتی ہے۔ دماغی طاقت کمزور پڑ جاتی ہے۔ بدن سست ہو جاتا ہے۔ خیالات گندے ہوجاتے ہیں۔ انسان برائی کی طرف مائل ہو جاتا ہے، اخلاق بگڑ جاتا ہے۔ اس کا ذہن فتنہ وفساد کی طرف لگ جاتا ہے۔ جو لوگ صبح سے شام تک ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہیں، بیکار گپ شپ میں اپنا وقت برباد کرتے ہیں وہ دوسروں کی نظروں سے گر جاتے ہیں۔ بعد میں خود اپنے وقت کی بربادی پر نادم ومتاسف ہوتے ہیں۔ نہ ان کی ندامت سے کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ افسوس سے کوئی نفع۔ صرف ماضی کے وقت کی بربادی کی یاد میں باقی رہتی ہیں جو ان کے دماغ میں الجھنیں پیدا کرتی رہتی ہیں۔

خاتمہ:

لہذا طالب علم ہو یا استاد کارخانے کا مالک ہو یا مزدور، دفتر کا ملازم ہو یا افسر، سبھوں کے لیے وقت کی پابندی اہم ہے۔ اگر کسی نے اپنی زندگی میں وقت برباد کیا ہے تو ماضی کو بھول کر حال کے وقت کو صحیح استعمال کرنا چاہیے۔ کاموں کے لیے نظام اوقات ہو۔ نظام الاوقات کے مطابق کام کرنے پر وقت کی بچت ہوگی اور غیر معمولی کامیابی بھی حاصل ہوگی۔

کاہلی

KAJHLQ

تمہید:

جو کام جس وقت کرنا چاہیے اس کے کرنے سے پہلو تہی کرنا، کام کی انجام دہی میں سستی برتنا کاہلی ہے دنیا میں اگر کوئی چیز قیمتی ہے تو وہ وقت ہے۔ ایک کاہل آدمی ہمیشہ اپنے وقت کو کھوتا ہے اور عمر بھر روتا ہے۔ اور ہمیشہ یہ شکایت کرتا پھرتا ہے کہ ہمیں وقت نہیں ملتا حالانکہ خدائے تعالیٰ نے اسے جتنی عمر عطا کی ہے وہ اگر اپنی عمر کے حصے کو ایک پروگرام کے تحت کام میں لائے تو اس کے لیے ترقی ہی ترقی ہے۔

کاہلی کی عادت:

کاہل آدمی اپنے کام کو کبھی پورا نہیں کرسکتا۔ ابھی ایک کام شروع کیا اور تھوڑا کیا ہی تھا کہ کاہلی بی بی آ گئیں اور کام ادھورا چھوڑ دیا۔ خیال کیا کہ تھوڑی دیر کے بعد کر لیں گے۔ پھر خیال کیا کہ آج کرنا کیا ضروری ہے کل کر لیں گے۔ جس نے آج کا کام کل کے لیے چھوڑ دیا اس کام کا ختم ہونا آسان نہیں ہے۔ اس طرح کل ہی کل میں مہینے اور سال گزر جاتے ہیں، کام پورا نہیں ہو پاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی نظر میں وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ نہ اسے دولت مل سکتی ہے نہ عزت ترقی کے میدان میں وہ بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ محنتی اور جفاکش لوگ اس سے کہیں آگے بڑھ جاتے ہیں اور وہ صرف دیکھتا رہ جاتا ہے۔

کاہلی سے نقصان:

کاہل اگر طالب علم ہے تو اس کا استاد اس سے ناخوش رہتا ہے۔ کاہلی کی وجہ سے اسکول میں حاضری کی پابندی نہیں کرتا۔ جو پڑھنے اور لکھنے کے لیے استاد اس سے کہتا ہے اس پر عمل کرتا۔ نتیجہ امتحان میں ناکامی کی صورت میں نکلتا ہے۔ محنتی طالب علموں کے سامنے اسے پشیمان ہونا پڑتا ہے اور ترقی کی راہ میں پیچھے رہ جاتا ہے۔

اسی طرح کاہل اگر ملازم ہے تو اس سے اس کا افسر ناراض رہتا ہے، کام کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ فائل میز پر پڑے رہتے ہیں۔ گپ شپ میں اپنا وقت برباد کرتا رہتا ہے۔ اس طرح اس کی ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح کاہل اگر تاجر ہے تو گاہک اس سے نفرت کرتے ہیں۔ صحیح وقت پر نہ دکان کھولتا ہے اور نہ دل دہی کے ساتھ دکان میں کام کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خریدار دوسری دکان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کاروبار بگڑ جاتا ہے، مال پڑا رہتا ہے، فروخت کم ہو جاتی ہے، اس کی کاہلی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ تجارت میں ناکام ہو جاتا ہے اور لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوتا ہے۔

اسی طرح کاہل اگر کاشت کار ہے تو اپنی پیداوار سے اسے محروم ہونا پڑتا ہے۔ صحیح وقت میں اگر وہ ہل نہیں چلاتا ہے، بیج نہیں بوتا ہے، کھیت میں پانی نہیں پہنچاتا ہے تو اناج کی پیداوار میں کمی ہو جاتی ہے۔ دوسروں کی کھیتوں کو دیکھ کر حسد تو کرتا ہے لیکن اپنی سستی اور کاہلی پر اس کی نظر جاتی نہیں ہے۔

ایک محنتی اور جفاکش کسان کو اپنی کاشت کاری میں جو ترقی اور برتری ہوتی ہے کاہل کسان کو ہرگز وہ نصیب نہیں۔ جب اناج کھلیان میں پہنچتا ہے تو محنتی کسان کا کھلیان اناج سے تو بھر رہتا ہے لیکن سست کسان کا کھلیان اناج سے خالی رہتا ہے۔ اس وقت اسے اپنی سستی اور کاہلی کا احساس بھی ہوتا ہے لیکن ''اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔''

کاہلی دور کرنے کی صورتیں:

کاہلی دور کرنے کے لیے ورزش ضروری ہے۔ اس سے تندرستی بھی باقی رہتی ہے اور سستی بھی دور بھاگتی ہے۔ اپنا اٹھنا بیٹھنا محنتی لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے تاکہ ان کی محنت کو دیکھ کر کام کرنے کا شوق اور لگن پیدا ہو۔ جو بیکار لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے وہ سست اور کاہل ہو جاتا ہے، صحبت انسان میں اثر کرتی ہے کو اہ وہ کیسا ہی مضبوط دل کا آدمی ہو۔

ان لوگوں کی زندگی پر بھی نظر ڈالنا چاہیے جن لوگوں نے محنت ومشقت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور ترقی کی اونچی منزلوں تک پہنچ گیے۔ ان کی زندگی سے سبق وعبرت حاصل کرنا چاہیے۔ اور اپنے نفس کے خلاف کرتے ہوے محنت مشقت کو گلے سے لگا کر ترقی کی راہ میں چلنا چاہیے۔

خاتمہ:

غرض کہ کاہلی ایک ایسی بری چیز ہے جو انسان کی قدرتی طاقت کو برباد کر دیتی ہے۔ کوئی بھی پیشہ ور ہو اگر وہ سست و کاہل ہے تو اسے ہر قدم پر ناکامی کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔ دنیا والوں کے سامنے رسوا بھی ہوتا ہے۔

کاہل اگر اپنی کاہلی کو چھوڑ دے اپنے جسم واعضاء کو کام میں لایے تو اس کی زندگی کی ہر ہر منزل میں ترقیاں و کامیابیاں ہیں۔

سائنس کے فوائد

تمہید:

موجودہ زمانہ سائنس کا زمانہ اور سائنس کا دور کہلاتا ہے۔ آج سائنس کی ایجادات نے دنیا میں ہل چل پیدا کر دی ہے۔ زندگی کی ہر منزل میں سائنس کی چیزیں ہماری مدد کر رہی ہیں۔ آج کوئی بھی شخص سائنس سے دور رہ کر اپنی زندگی نہیں گزار سکتا۔ کھیتی ہو یا تجارت، پڑھنا ہو یا پڑھانا، کھانا ہو یا پینا، سیر و تفریح ہو یا بود و باش، سفر ہو یا حضر، میدان بزم ہو یا میدان غرض کہ ہر منزل میں سائنس ہماری معاون و مددگار رہے۔

سائنس کے فوائد:

۱۔ سائنس ی ایجادات، ریل گاڑی، ہوائی جہاز اور موٹر سے انسانوں کو سفر میں بے حد سہولت حاصل ہوئی ہے۔ گھنٹوں کا سفر منٹوں میں اور منٹوں کا سفر وقفوں میں کیا جاتا ہے۔ پیدل یا گھوڑوں یا اونٹوں کے سفر میں جو دشواریاں تھیں وہ اب جاتی رہی ہیں۔ سیکڑوں یا ہزاروں میل کا سفر بڑی اسانی کے ساتھ طے کر لیا جاتا ہے۔

پچھلے زمانے میں لمبے سفر کے لیے ایک قافلے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اب اس کی حاجت نہیں رہی۔ غرض کہ سائنس نے سفر کو بڑا آسان بنا دیا ہے۔

۲۔ اس بات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ علم کی ترقی میں سائنس نے اہم رول ادا کیا ہے۔ ماضی میں لوگ کتابیں ہاتھ سے لکھ کر پڑھا کرتے تھے اور کتابوں کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ کتابیں ضائع ہونے کی صورت میں اس کی دوسری کاپی ملنی مشکل تھی۔ لیکن اب وہ پریشانی جاتی رہی ہے۔ پریس اور چھاپا خانے ایک کتاب کو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں چھاپ دیتے ہیں۔ پریس کی عمدگی میں روز بہ روز ترقی ہو رہی ہے۔ اب ایسا پریس آ گیا ہے کہ چھپائی کے سارے لوازمات مشین کر رہی ہے اور بہت تیزی کے ساتھ چھپائی کا کام انجام پاتا ہے۔ آج جتنی خوبصورت اور عمدہ سرورق کی کتابیں دیکھنے میں آتی ہیں یہ سائنس ہی کا کرشمہ ہے۔

۳۔ یہ بات روشن آفتاب کی طرح عیاں ہے کہ تفریحِ قلب و دماغ کے لیے سائنس کی ایجادات فلم، ریڈیو، ٹیلی ویژن نے دنیا والوں کو بے حد سرور بخشے ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں سیکڑوں دلچسپیوں اور معلومات کے پروگرام آتے ہیں۔ گھر بیٹھے انسان ساری دنیا کی سیر کر لیتا ہے۔ ہر قسم کی معلومات سے انسان اپنے ذہن کو آباد کرتا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ذہن اور ہر مکتبِ فکر کے لوگوں کے لیے الگ الگ پروگرام آتے ہیں جو ان کی دلچسپیوں کے باعث ہوتے ہیں۔

۴۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ غذائی اجناس کی پیداوار کے اضافے میں سائنس سے بڑی بھاری مدد ملی ہے۔ کھیتوں میں ہل چلانے کے لیے اب بیلوں اور بھینسوں کی ضرورت نہیں رہی بلکہ ٹریکٹر کے ذریعے مختصر وقت میں ہل چلایا جاتا ہے مٹی نرم کی جاتی ہے۔ اور زمین ہموار کی جاتی ہے۔ کھیتوں میں پانی پہنچانے کے لیے بھی مشین کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ماضی میں صرف بارش کے پانی پر بھروسہ کیا جاتا تھا۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں کھیت سوکھے پڑے رہتے تھے لیکن ان وہ بات نہیں رہی۔ اسوقت مشین کے ذریعے سیکڑوں فٹ زمین کے اندر سے پانی کھینچ کر کھیتیاں سیراب کی جاتی ہیں۔ اناج کو ان کے پودوں سے الگ کرنے کے لیے بھی اب مشین کا استعمال ہونے لگا ہے۔ مختلف قسم کی کھادوں سے درختوں اور پودوں کو طاقت ملتی ہے جس سے غلہ کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔

۵۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ سائنس کی ایجادات بیماری کی روک تھام میں بڑی معاون ثابت ہوئی ہیں۔ ایسی ایسی دوائیں ایجاد کی گئی ہیں کہ مریض کو فوراً آرام ملتا ہے۔ بے ہوشی کی حالت میں انجکشن کے ذریعے جسم میں دوائیں پہنچا کر مریض کو آرام پہنچایا جاتا ہے۔ ایکسرے کے ذریعے جسم کے اندرونی حصوں کے امراض کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ سائنس نے بہت سے امراض کا قلع قمع کر دیا ہے لیکن کینسر جیسا موذی اور جان لیوا مرض اپنا سر ابھارے ہوئے ہے۔ سائنس داں اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور ہٹانے کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس سلسلہ میں تحقیق و تفتیش جاری ہے۔

۶۔ اس حقیقت کا کوئی بھی منکر نہیں ہے کہ میدانِ جنگ میں سائنس نے عظیم کارنامے انجام دیے ہیں۔ پچھلے زمانے میں قلعوں کو محفوظ مقام سمجھا جاتا تھا۔ والیان ملک لاکھوں اور کروڑوں روپے خرچ کر کے مضبوط قلعے بناتے تھے۔ قلعے کے اندر فوجوں کے ساتھ ضرورت کی ساری چیزیں رہتی تھیں۔ لیکن اب بموں کے سامنے قلعوں کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی ہے۔ ایک طاقت ور بم چند لمحوں میں قلعوں کو مٹی کا ڈھیر بنا ڈالتا ہے۔ میزائیل ایک نئی سائنسی ایجاد ہے۔ سیکڑوں میلہ دوری سے بٹن دباتے ہی دشمن کے ٹھکانوں میں گر کر تباہی مچا تا ہے۔ گذشتہ عراق امریکہ جنگ اس کی بہترین تجربہ گاہ ثابت ہوئی ہے۔ ہندوستان نے بھی اس میدان میں کافی ترقی حاصل کی ہے۔

خاتمہ:

غرض جو بنی نو انسان کو سائنس سے جہاں بے شمار، اور ان گنت فائدے ملے ہیں وہیں سائنس نے انسان کی روحانی طاقت کو کمزور کر دیا ہے۔ مادیت کی طرف میلان زیادہ بڑھ گیا ہے۔ انسان اپنی ساری ضرورتیں مشین سے پورا کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ انسان سائنس کی ایجادات کو لوگوں کو آرام اور فائدے پہنچانے کے اغراض سے استعمال کرے تو سراپا رحمت ہے ورنہ زحمت ہی زحمت ہے۔

☆☆☆

دیہات کی زندگی

KB39Q1

تمہید:

ہماری آبادی کا ایک بڑا حصہ دیہات میں رہتا ہے کیوں کہ ہندوستان زرعی ملک ہے۔ یہاں کے زیادہ تر لوگوں کا انحصار کاشت کاری پر ہے۔ دیہات اسے کہتے ہیں جہاں نہ شہر کی طرح چہل پہل، نہ لوگوں کی بھیڑ، نہ گاڑیوں کے آنے جانے کی پرشور آواز، نہ کاروباری ہجوم ہوں۔

دیہات کے مناظر:

دیہات کی کھلی آب وہوا، قدرتی مناظر لہلہاتی کھیتیاں، چڑیوں کا چہکنا، پانی کا بہنا، جانوروں کا چرنا اور خوشی میں کودنا، ہری ہری گھاسیں، ڈوبتے اور نکلتے سورج کے دلکش مناظر، شفق کی سرخی، کھلے میدانوں میں چاندنی رات کا حسیں منظر، وہاں کے لوگوں کی سادہ زندگی اور باتوں میں نرمی، ان کے گھر کے سامنے مویشیوں کی قطار یہ ایسی چیزیں ہیں جو شہریوں کو اپنی طرف مائل کرتی رہتی ہیں۔ اسی لیے شہریوں کی طبیعت جب شہر سے اکتا جاتی ہے وہ دیہات کا رخ کرتے ہیں وہاں انہیں سکون ملتا ہے۔

دیہات کے زندگی سے فائدے:

دیہات میں آبادی کم ہونے کی وجہ سے گندگی اور بدبو نہیں ہوتی۔ جس سے بیماری پھیلنے کا اندیشہ کم ہوتا ہے۔ کھلے مقام میں رہنے کی وجہ سے تازہ اور صاف ہوا جسم میں لگتی ہے جو تندرستی کے لیے مفید ہے۔ وہاں کے لوگوں کو جسمانی محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے وہ لوگ زیادہ تندرست وتنومند رہتے ہیں، ان کے ہاتھ پیر قوی اور مضبوط ہوتے ہیں۔ سخت محنت کی وجہ سے انہیں زیادہ بھول لگتی ہے۔ اور کھانا جلد ہضم ہو جاتا ہے۔ یہی ان کی صحت اور تندرستی کی نشانی ہے۔

شہر کی طرح نہ وہاں شور و غل ہے نہ دھوم دھڑاکا، نہ باجے گاجے کی آواز ہے نہ کارخانوں اور مشینوں کے چلنے کا شور۔ کسی مسئلہ پر غور کرنے اور سوچنے، پڑھنے اور لکھنے کے لیے بڑا اچھا ماحول ہوتا ہے۔

وہاں غلہ اور روزانہ کے کھانے پینے کی چیزیں سستی اور تازہ ملتی ہیں۔ خالص دودھ، گھی اور مکھن وغیرہ آسانی سے مل جاتے ہیں۔ وہاں آپس میں اتحاد و اتفاق زیادہ پایا جاتا ہے۔ اناج بونے کھیت میں پانی پہنچانے، اناج کے پودے کو کاٹنے اور کھلیان میں لانے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ وہاں ہر آدمی ایک دوسرے کے دکھ اور خوشی میں شریک ہوتا ہے۔

موجودہ وقت میں دیہات کے حالات:

آزادی کے بعد گاؤں کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی آئی۔ زمینداری ختم ہونے کی وجہ سے کسان خوش حال ہو گیے ہیں۔ ان کی زندگی کا معیار بلند ہوا ہے۔ دیہاتوں میں اب پختہ مکان اور پکی سڑکیں دکھائی پڑتی ہیں۔ بجلی کے قمقموں سے مکان روشن نظر آتے ہیں۔ ٹیلی ویژن، سائیکل، موٹر سائیکل، اور ریڈیو وغیرہ اب دیہات میں بھی استعمال کیے جانے لگے ہیں۔ دیہاتیوں کو آرام پہنچانے اور انہیں زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کرنے کے لیے حکومت کوشاں ہے۔ انہیں سستے داموں میں کیمیاوی کھاد دی جاتی ہے۔ جانور خریدنے اور کھیتی کرنے کے لیے آسان قسطوں میں روپے قرض دیے جاتے ہیں۔ اب دیہاتوں میں ہائی اسکول اور کالج نظر آتے ہیں۔ لیکن اب بھی بہت سے دیہات ایسے ہیں جہاں خاطر خواہ ترقی ہوئی نہیں ہے۔ پانی کی قلت کچی سڑکیں بسوں کی آمد و رفت میں کمی اور ضرورت کی چیزیں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے دیہاتوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

لیکن ترقی یافتہ گاؤں کی زندگی میں اب بھی سادگی اور خلوص موجود ہے۔ گاؤں کے مکھیا اور سردار کو وہاں لوگ مانتے ہیں۔ آپس میں جھگڑا ہونے کی صورت میں وہاں کی پنچایت فیصلہ کرتی ہے۔ عام طور پر اس کے فیصلے کو بھی لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ عموماً دیہات میں ہفتہ میں دو بار ہاٹ لگتی ہے۔ جہاں ضرورت کی چیزیں مثلاً ترکاریاں مٹی کے برتن کھلونے، کپڑے، اناج، مچھلیاں اور جانور وغیرہ بکتے ہیں۔

دیہات کی زندگی کے خراب پہلو:

دیہات کے لوگ جب شہر آتے ہیں تو اپنی سادگی کی بنا پر اکثر دھوکا کھا جاتے ہیں۔شہریوں کی مکاری کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ بڑے بڑے تعلیمی ادارے نہ ہونے کے وجہ سے اونچی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دیہات کے لوگوں کوشہر کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ دلچسپی وتفریح کی چیزیں دیہاتوں میں نہیں ہوتی۔اس سلسلے میں دیہاتیوں کوشہر کامحتاج ہونا پڑتا ہے۔ بڑے بڑے سرکاری دفتر میسر نہ ہونے کے وجہ سے اپنی ضرورتیں شہر میں آکر پوری کرنی پڑتی ہیں۔شہروں کی طرح دیہاتوں میں بجلی کا معقول انتظام نہیں رہتا۔بعض علاقوں میں بجلی پہنچی بھی نہیں ہے۔ دیہاتوں میں چوری، ڈاکہ زنی کی وارداتیں زیادہ ہوتی ہیں۔انہیں پولس کی امداد دیر سے ملتی ہے۔ اچانک کسی حادثے کا شکار ہونے یا کسی خطرناک مرض کے حملہ کرنے کی صورت میں شہر کی طرح طبی امداد فوراً مل نہیں پاتی۔بعض دیہات کی سڑکیں کچی رہتی ہیں۔بارش کے دنوں میں کیچڑ سے بھر جاتی ہیں۔لوگوں کوآمدورفت میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔صنعتی چیزیں شہروں میں آسانی سے سستی قیمت میں دستیاب ہوتی ہیں اور دیہاتوں میں زیادہ دام میں بکتی ہیں۔

خاتمہ:

لیکن اس کے باوجود دیہات کوایک انفرادی حیثیت حاصل ہے۔قدرتی وفطری مناظر کا لطف دیہات میں ہی ملتا ہے۔جوسکون واطمینان دیہات میں ملتا ہے شہریوں کے نصیب میں ہرگز نہیں۔ بڑی بڑی شخصیتیں دیہات میں پیدا ہوئی ہیں اور وہیں پروان چڑھ کر دنیا میں اپنا نام بلند کیا ہے۔

☆☆☆

لائبریری

KBC5RN

تمہید:

لائبریری انگریزی کا لفظ ہے۔اردو میں کتب خانہ کہتے ہیں۔ جہاں بہت ساری کتابیں مطالعہ اور پڑھنے کے لیے ہوں اسے لائبریری یا کتب خانہ کہتے ہیں۔

لائبریری کی قسمیں:

لائبریری کئی طرح کی ہوتی ہیں۔ ہر تعلیم یافتہ شخص اپنے گھر میں ذاتی مطالعہ کے لیے ایک لائبریری قائم کرتا ہے۔وہ پسندیدہ کتابیں خرید کر رکھتا ہے۔اس کے کنبے والے ان کتابوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہر ماہ اچھی کتابیں خرید کر اپنی ذاتی لائبریری میں رکھتے ہیں۔اس طرح چند سال بعد عمدہ کتابوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ایسی لائبریری کو ذاتی لائبریری کہتے ہیں۔

ایک لائبریری اسکول اور کالج میں ہوتی ہے۔ جہاں مختلف علوم وفنون کی کتابیں رہتی ہیں۔اس لائبریری کی ترقی کے لیے حکومت کی طرف سے ہر سال آمدآتی ہے۔طالب علموں سے بھی ہر سال لائبریری کے لیے کتابیں خرید نے کے لیے روپے وصول کیے جاتے ہیں۔اس لائبریری کو اسکول لائبریری اور کالج لائبریری کہتے ہیں۔

اس لائبریری سے طلباء و اساتذہ دونوں مستفید ہوتے ہیں۔اس لائبریری کی دیکھ بھال کے لیے ایک نگراں ہوتا ہے جسے لائبریرین کہتے ہیں۔اس قسم کی لائبریریاں ہر اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں ہوتی ہیں۔ جہاں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں کتابیں رہتی ہیں۔اور ایک معینہ مدت کے بعد کتابیں واپس لے لی جاتی ہیں۔کتابیں ضائع ہونے یا گم ہونے کی صورت میں اس نقصان کی تلافی کرنی پڑتی ہے۔

اور ایک عوامی یا پبلک لائبریری ہوتی ہے۔ یہ شہروں میں بھی ہوتی ہے اور دیہاتوں میں بھی۔ یہ لائبریری عام چندہ سے قائم کی جاتی ہے۔حکومت کی طرف سے مالی امداد بھی ملتی ہے۔اس لائبریری سے اس علاقے کا پڑھا لکھا طبقہ فائدہ حاصل کرتا ہے۔عام لوگوں کے مطالعہ کے لیے اس کے کھلنے اور بند ہونے کا وقت مقرر رہتا ہے۔کتابوں کے علاوہ اخبار و رسائل بھی آتے ہیں۔ ہر قسم کی معلومات کی کتابیں موجود رہتی ہیں۔صبح وشام قارئین کی بھیڑ نظر آتی ہے۔

لائبریری قائم کرنے کا مقصد:

علمی ماحول پیدا کرنے کا ذریعہ لائبریری ہے۔ لائبریری علم وفن کا خزانہ ہوتا ہے۔ اپنی معلومات میں اضافہ کرنے، ملکی اور غیر ملکی حالات جاننے کا ذریعہ لائبریری ہے۔ فرصت کے اوقات میں جی بہلانے کے لیے ہر علاقے میں لائبریری کا قائم ضروری ہے۔ جہاں لائبریری نہیں ہوتی وہاں کا پڑھا لکھا طبقہ بے راہ روی و آوارگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ ادھر ادھر بیٹھ کر گپ شپ کرتے ہیں اور مختلف سازشوں اور برائیوں میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو لائبریری رہنمائی کرتی ہے۔ اور بے راہ روی سے روکتی ہے۔

لائبریری کے قیام کے اہم مقاصد یہ ہوتے ہیں کہ فرصت کے اوقات میں وہاں جا کر لوگ مختلف کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنی معلومات بڑھائیں۔ ہر شخص کے لیے اپنی ضرورت کی ہر کتاب کو خرید کر پڑھنا ایک مشکل امر ہے۔ جہاں لائبریری رہتی ہے وہاں مختلف علم وفن کی ضخیم ضخیم کتابیں رہتی ہیں۔ قیمتی کتابوں کو خرید کر مطالعہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ لائبریری کے قیام سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ قیمتی کتابیں لائبریری میں رہنے کی وجہ سے سیکڑوں اور ہزاروں لوگ ان کتابوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

طالب علموں کو لائبریری سے فائدے:

اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے والے طلبہ کو لائبریری سے زیادہ فائدہ ملتا ہے۔ جو کتابیں ان کے اسباق سے تعلق رکھتی ہیں وہ کتابیں آسانی کے ساتھ لائبریری میں مل جاتی ہیں۔ طالب علموں میں غریب و مالدار دونوں طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ غریب طالب علموں کو لائبریری بہت فائدہ پہنچاتی ہے۔ ویسے لائبریری کا دارالمطالعہ (ریڈنگ روم) کتابوں کے مطالعہ کے لیے سازگار ماحول رکھتا ہے، جو اطمینان وہاں ملتا ہے اپنے کمرے میں نہیں مل سکتا۔

خصوصاً ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والوں اور تحقیقی مطالعہ کرنے اور لکھنے والوں کے لیے ایک بڑی لائبریری ضروری ہے۔ بہت سے تحقیق کے طالب علموں کو اہم کتابوں کے مطالعہ کے لیے ہندوستان کے مختلف صوبوں کی بڑی لائبریری کو جانا پڑتا ہے۔ اور کبھی ضرورت پڑنے پر بیرونِ ہندوستان کی لائبریریوں کو بھی جانا پڑتا ہے۔ اور وہاں مہینوں رہ کر مطالعہ کرتے ہیں۔

لائبریری میں کیسی کتابیں ہوں:

لائبریری میں ایسی کتابیں ہوں کہ مختلف علوم وفنوں کے جو مطالعہ اسکول وکالج میں پڑھتے ہیں ان کے لیے معاون ہوں ۔علم انسان کے اخلاق کو سدھارتا ہے۔ کتابیں انسانی اخلاق کو بنانے میں مددگار ہوتی ہیں۔ کو کتابیں انسان کے اخلاق وطبائع پر اثر انداز ہوں خیالات میں تغیر پیدا کریں، قوموں میں ہل چل پیدا کریں، ملک کی کایا پلٹنے میں مددگار رہوں۔ عمدہ معلومات کا خزانہ رکھتی ہوں، اس قسم کی کتابیں لائبریری میں ہونی چاہیے۔

اپنے شہر کا لائبریری:

ہمارے یہاں شہر کٹک میں اردو لائبریری دو منزلہ ہے۔ یہ لائبریری سوموار کے علاوہ ہر شام پانچ بجے سے آٹھ بجے تک اور صبح آٹھ بجے سے دن بارہ بجے تک کھلا رہتا ہے۔ مختلف زبانوں کے اخبارات ورسائل پڑھنے کے لیے لوگ آتے ہیں۔ بڑے سکون واطمینان کے ماحول می قارئین مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں۔ اردو کتابوں کی نئ اور پرانی تصنیفات کا بڑا ذخیرہ وہاں موجود ہے۔ ضرورت مند حضرات نگراں سے کتابیں لے کر پڑھتے ہیں۔

خاتمہ:

کتابیں ہماری بہترین دوست ہیں۔ ہر تعلیم یافتہ شخص کو لائبریری سے لگاؤ رکھنا چاہیے۔ لائبریری کی کتابوں کو پڑھنے کے بعد باحفاظت واپس کر دینا ضروری ہے۔ تاکہ دوسرے لوگ استفادہ کر سکیں اس کے علاوہ لائبریری کو غنڈا گردی، سازشوں اور برائی کا اڈہ ہرگز بنانا نہیں چاہیے۔ لائبریری کی حیثیت لائبریری ہو تو عوام وخواص کے لیے بے حد سود مند ورنہ ایک بدنما داغ۔ پھر اردو لائبریری کے نام پر ہو تو اور برا ہے۔

☆☆☆

کمپیوٹر

KBL1TB

تعریف:

کمپیوٹر ایک برقیاتی یا الکٹرونک مشین ہے۔ اسے جو معلومات یا ہدایت دی جاتی ہے وہ اسے اپنے اندر محفوظ کرتی ہے۔ اور جب ہم اس سے معلومات طلب کرتے ہیں تو ہماری ہدایت کے مطابق ہمیں معلومات پیش کرتی ہے۔

کمپیوٹر ذہن اور حافظہ دونوں کا اکم کرتا ہے یعنی ہماری دی ہوئی ہدایت کے مطابق معلومات کو اکٹھا کرتا ہے، ترتیب دیتا ہے اور محفوظ بھی رکھتا ہے لیکن ہمارے ذہن و حافظے میں بڑا فرق ہے۔ ہم اپنے ذہن و حافظے کو خود استعمال کرتے ہیں لیکن کمپیوٹر میں خاص بات یہ ہے کہ بہت کم وقت میں تیزی سے معلومات کو محفوظ کرتا ہے، ترتیب دیتا ہے اور پلک جھپکتے ہی اپنی معلومات ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ ایک کمپیوٹر ایک پل میں لاکھوں احکامات پر عمل کرسکتا ہے۔ جب کہ اسی کاموں کو ایک ذہین انسان کے کرنے میں ایک سال لگ سکتا ہے۔ اسی طرح ایک کمپیوٹر ایک منٹ میں جتنا کام کرسکتا ہے ایک انسان کو ان کاموں کے کرنے میں پوری زندگی لگ سکتی ہے۔

کمپیوٹر کی قسمیں:

کمپیوٹر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مین فریم	1. Main Frame
۲۔ منی کمپیوٹر	2. Mini Computer
۳۔ مائکرو کمپیوٹر	3. Micro Computer

۱۔ مین فریم کمپیوٹر:

سب سے بڑا اور سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اس کمپیوٹر کے مختلف الگ الگ حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصے میں معلومات حاصل کرنے کا کام ہوتا ہے۔ دوسرے حصے میں ان حاصل کی ہوئی معلومات کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر یہ معلومات محفوظ رہتی ہے۔ مین فریم کمپیوٹر بڑی تعداد میں معلومات وصول کرسکتا ہے اور لاکھوں قسم کی ہدایت پر بیک وقت کام کرسکتا ہے اور اس کمپیوٹر سے ایک ہی وقت میں طرح طرح کے کام لیے جاتے ہیں۔ یہ کمپیوٹر بڑے بڑے کارخانوں میں لگایے جاتے ہیں۔

منی کمپیوٹر:

مین فریم کمپیوٹر کی طرح اتنا بڑا نہیں ہوتا، یہ بینک وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے۔

مائکرو کمپیوٹر:

جو چھوٹا ہوتا ہے اور عموماً دفتروں، اسکولوں اور دکانوں میں استعمال ہوتا ہے۔

کمپیوٹر کے فائدے:

ان دنوں کمپیوٹر سے بہت زیادہ کام لیے جا رہے ہیں۔ درس و تدریس میں اساتذہ کمپیوٹر سے کام لے رہے ہیں۔عمارتوں کے ڈیزائن بنانے میں کمپیوٹر استعمال کیا جاتا ہے۔

آج کل کمپیوٹر کے ذریعے مریضوں کے امراض کو جاننے میں مدد لی جاتی ہے یہاں تک کہ میزائل اور خلائی راکٹ بھی چھوڑنے میں کمپیوٹر کا سہارا لیا جا رہا ہے۔کمپیوٹر گھنٹوں کے کام لمحوں میں اور زندگی بھر کے کام منٹوں میں کر دیتا ہے۔

ہمارے بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی ادارے کی کئی شاخوں کی مدد سے پورے ہوتے ہیں۔ یہاں بھی کمپیوٹر ہمیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ ادارہ کے دونوں شاخوں میں کمپیوٹر لگے ہویے ہوں تو دونوں آپس میں مل جاتے ہیں۔ایک دوسرے کو معلومات فراہم کرتے ہیں۔اور ہماری ساری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔

جس طرح ٹیلی فون کے ذریعہ دور دراز کے ملک کے لوگوں سے بات کر لیتے ہیں اسی طرح ایک آلہ ہے جسے MODEM کہا جاتا ہے دور دراز کے فاصلے پر رکھے ہویے دو کمپیوٹر کی بات ایک دوسرے سے کرا سکتا ہے۔ اس کام کے لیے سٹلائیٹ کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

کمپیوٹر سے پیغام رسانی میں بھاری مدد ملی ہے۔اپنے ہاتھ سے لکھے ہویے خط کی نقل دنیا کی دور دراز کے علاقوں میں چند سیکنڈ میں کمپیوٹر کے ذریعے پہنچا سکتے ہیں۔

کمپیوٹر موسم کے بارے میں بھی ہمیں معلومات فراہم کرتا ہے۔ ہوا کس طرف سے بہہ رہی ہے۔اس کی رفتار کتنی تیز ہے۔ بارش کہاں ہوگی اور درجۂ حرارت کتنا ہے۔اس باتوں کا علم ہمیں موسمیاتی کمپیوٹر دیتے ہیں۔کمپیوٹر سے خبریں آنے کے بعد ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے موسم سے متعلق پیشن گوئی سنائی جاتی ہے۔

طب وصحت کے میدان میں کمپیوٹر سے غیر معمولی فائدہ حاصل ہوا ہے۔ پیچیدہ قسم کی بیماراں طب وصحت کے میدان میں کمپیوٹر کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں اور بیماروں کے اسباب کا پتہ بھی کمپیوٹر سے چلتا ہے۔ جسم کے اندرونی حالات کمپیوٹر کے ساتھ لگے ہوئے آلات ومشینوں کے ذریعے دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہوائی جہاز کمپیوٹر سے اڑائے جاتے ہیں۔ انسان چاند پر بھی کمپیوٹر کی مدد سے پہنچا ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون، چھاپے خانے ریل گاڑیاں وغیرہ بہت سی چیزیں ہیں جو کمپیوٹر کی مدد سے کام کرتی ہیں۔ غرض کہ آج کمپیوٹر زندگی کے ہر شعبے میں کام آنے لگا ہے۔

کمپیوٹر اور ہندوستان:

اس وقت ہندوستان میں کمپیوٹر عام ہوا نہیں ہے۔ عام طور پر دو قسم کا کمپیوٹر لوگ دیکھتے ہیں۔

ایک کیل کولیٹر (Calculator) جسے دوکان دار، بینک والے حساب کے طالب علم استعمال کرتے ہیں۔

دوسرا کمپیوٹر ریلوے ریزرویشن (Rly Reservation) آفس میں نظر آتا ہے جو چند لمحوں میں کس ٹرین میں کتنی سیٹیں خالی ہیں بتا دیتا ہے اور اسی کمپیوٹر مشین سے ٹکٹ ٹائپ ہو کر نکلتا ہے۔

ہندوستان میں کمپیوٹر کی بڑی مشینیں دوسرے ممالک سے منگوائی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں سیکڑوں ادارے کھل گیے ہیں جہاں کمپیوٹر چلانے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

خاتمہ:

اس مستقبل قریب میں ہر ملک میں کمپیوٹر عام ہو جایے گا۔ انسان کی ساری ضرورتیں کمپیوٹر سے پوری ہوں گی۔ غلام اور لونڈیوں کی طرح کمپیوٹر کام کریں گے لیکن کمپیوٹر وں کو چلانے کے لیے انسان کی ضرورت ہمیشہ باقی رہے گی۔

☆☆☆

خطوط نویسی

خطوط نویسی

KBUHUY

خط وکتابت معاملات زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ ہر شخص کو خواہ کم پڑھا لکھا ہو یا زیادہ اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ دور رہنے والوں تک اپنی بات پہنچانے اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے خط وکتابت ایک بہترین ذریعہ ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ خط لکھنے کا انداز ایسا ہو گویا مکتوب الیہ سامنے بیٹھا ہے اور ہم اس سے مخاطب ہیں۔ خط لکھنے کے اس دلچسپ اور نئے انداز کے موجد مرزا غالبؔ ہیں۔ خط لکھنے کے اس سادے اور بے تکلفانہ انداز کو سبھی پسند کرتے ہیں۔ خطوط نویسی ایک فن ہے۔ اس کے بارے میں کچھ خواص خواص باتیں ذیل میں درج ہیں۔

خط لکھنے والے کاتب، جو عبارت اس میں لکھی جاتی ہے اسے مکتوب یا خط اور جس کو خط لکھا جا رہا ہے اسے مکتوب الیہ کہتے ہیں۔ خط شروع کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ عمدہ کاغذ اور عمدہ تحریر مکتوب الیہ پر اچھا اثر ڈالتی ہے۔ خط کو نصف ملاقات کہا جاتا ہے۔ مگر یہ نصف ملاقات پرلطف پراثر، بے تکلف اور کامیاب جب ہی ہو سکتی ہے جب خط میں آسان اور موزوں الفاظ، مختصر مضمون اور دلچسپ عبارت کے ساتھ ساتھ مکتوب الیہ کے مرتبہ کا پورا پورا لحاظ رکھا جایے اور اسی کے اعتبار سے القاب وآداب نیز جملوں کو لکھا جایے۔

خطوط تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ نجی خطوط

۲۔ کاروباری خطوط

نجی خطوط:

وہ خطوط جو اپنے کنبے والوں، رشتے داروں، دوستوں اور ملنے جلنے والوں کو لکھے جاتے ہیں نجی خطوط کہلاتے ہیں۔

کاروباری خطوط

کاروباری یا تجارتی خط کا مضمون مختصر، عبارت صاف اور خوش خط ہونا چاہیے تاکہ مکتوب الیہ کو اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں وقت نہ ہو۔ اس کے علاوہ اشیاء مطلوبہ کے سلسلے میں ضروری ہدایتیں درج کر دی جائیں۔ اس کے القاب و آداب اور خاتمہ خطوط سے کچھ مختلف ہیں مثلاً مکرّمی تسلیم۔ محترم السلام علیکم وغیرہ سے خط شروع کرتے ہیں ۔

سرکاری خطوط:

وہ خطوط جو دفتری امور سے متعلق ہوتے ہیں مثلاً مختلف قسم کی درخواستیں، سرکاری نوٹس، افسرانِ متعلقہ کو اطلاع رسید، سمن، پروانہ حکم نامہ اور رپورٹ وغیرہ

خط کے مندرجہ ذیل چھے حصے ہیں:

۱۔ کاتب کا مختصر پتہ و تاریخ

۲۔ القاب

۳۔ آداب

۴۔ مطلب یا مضمون خط

۵۔ خاتمہ

۱۔ مختصر پتہ وتاریخ: نجی خط میں حاشیہ چھوڑ کر سب سے پہلے کاغذ کے دائیں جانب گوشہ میں کاتب کو اپنا مختصر پتہ وتاریخ لکھنا چاہیے تاکہ مکتوب الیہ کو خط پر نظر ڈالتے ہی یہ معلوم ہو جایے کہ خط کہاں سے اور کس تاریخ کو روانہ کیا گیا ہے۔کاروباری اور سرکاری خطوط میں خط مکمل ہو جانے کے بعد سب سے آخر میں بائیں طرف تاریخ و پتہ لکھتے ہیں۔جیسا کہ تم دیے ہوئے نمونے کے خطوط میں دیکھو گے۔

۲۔ القاب:: خط لکھنے والا اپنے مخاطب یعنی مکتوب الیہ کو رشتہ، تعلق، دوستی یا جان پہچان کی بنیاد پر حسب مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے جن لفظوں میں مخاطب کرتا ہے اسے القاب کہتے ہیں ۔ پہلے کے لوگ لمبے اور مشکل القاب وآداب لکھا کرتے تھے مگر ان مختصر اور سیدھے سادے لفظوں میں القاب وآداب پسند کیے جاتے ہیں۔القاب خط شروع کرنے سے پہلے اور درمیان میں لکھنا چاہیے۔

۳۔آداب:: القاب کے بعد کچھ ایسے الفاظ یا جملے لکھے جاتے ہیں جن سے تعظیم،شوق، ملاقات،شفقت یا دعا کا اظہار ہوتا ہے جیسے السلام علیکم،آداب،سلام مسنون، جناب عالی وغیرہ۔خط میں آداب کے بعد پھر خط کا مضمون شروع ہوتا ہے۔کچھ لوگ القاب وآداب کو الگ نہ لکھ کر ایک ساتھ ہی لکھ دیتے ہیں جیسے ''برخوردار نورِ چشم سلمہ دعائیں''۔ یہ یادرکھیے کہ کاروباری یا سرکاری خطوط میں سلام ودعا کے لیے مخصوص الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

۴۔مطلب یا مضمون خط: القاب وآداب کے بعد خط لکھنے کا جو اصل مقصد ہے اس کی عبارت شروع ہوتی ہے اسے نفسِ مضمون بھی کہتے ہیں۔خط کی پہلی لائن بعد کی آنے والی لائنوں کے مقابلے میں تقریباً ایک انچ حاشیہ سے آگے بڑھا کر شروع کی جاتی ہے۔خط کے اس حصے میں ستا وموزوں الفاظ،مختصر مضمون اور حسب مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے اندازِ تحریر اختیار کرنا چاہیے۔اگر تم کسی دوست کو خط لکھ رہے ہو تو یہ تصور کرلو کے وہ تمہارے سامنے بیٹھا ہے اور تم کسی دوست کو خط لکھ رہے ہو لیکن تجارتی اور سرکاری خطوط کے مضامین اور اس کے لکھنے کا انداز اس سے مختلف ہوتا ہے۔اس لیے حتی الامکان اس طرح کے خطوط میں اختصار سے کام لینا چاہیے۔ایسے خطوط میں عزیزوں اور دوستوں کی خیریت بھی نہیں کی جاتی کیوں کہ اس مصروفیت کے دور میں کاروباری لوگوں کو مقصد کی بات کے علاوہ مزید کچھ پڑھنے کی فرصت کہاں ہوتی ہے۔

۵۔خاتمہ: خط کا مضمون مکمل ہو جانے کے بعد مکتوب الیہ کے مرتبہ کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی اختتامیہ کلمہ یا جملہ لکھا جاتا ہے۔جس کا مفہوم سلام و دعا، رخصت، شوق ملاقات یا انکساری و عاجزی ہوتا ہے۔جیسے دعاؤں کا طلب، دعا گو، آپ کا شاگرد، خدا حافظ، نیاز مند وغیرہ

۶۔نام و پتہ مکتوب الیہ: خط کا یہ چھٹا حصہ بظاہر خط سے الگ ہے۔لیکن سب سے اہم اور ضروری ہے کیوں کہ مکتوب الیہ تک خط پہنچنے یا نہ پہنچنے کا انحصار اس کے نام و پتہ کے درست ہونے پر ہے۔ پتہ اس طرح لکھنا چاہیے:

۱۔ سب سے پہلی لائن میں مکتوب الیہ کا نام

۲۔ دوسری لائن میں مکان نمبر اور گلی یا روڈ کا نام

۳۔ تیسری لائن میں محلے کا نام

۴۔ چوتھی لائن میں شہر کا نام (مع پن نمبر) صوبے کا نام

پتے کے دو نمونے ذیل میں دیے گیے ہیں ایک شہر کا پتہ اور دوسرا گاؤں کا۔ ہر خط کے پتہ میں شہر کا نام لکھنے کے بعد ریاست کا بھی مختصر لفظوں میں لکھ دینا بہتر ہے مثلاً یو پی، راجستھان وغیرہ

جناب عرفان احمد مکان/پلاٹ B/82 محلّہ دیوان بازار، ڈاکخانہ بخشی بازار شہر: کٹک 753001 اڈیشا

ڈاکٹر فیضان احمد شمسی مقام/ڈاکخانہ رسول پور وایا/تھانہ: کاکٹ پور ضلع: پوری، اڈیشا

KC4SWL

خطوط نویسی کے ضروری آداب

۱۔ خط تحریری گفتگو ہے، اس لیے اس میں وہی بے تکلفی اور بے ساختگی ہونی چاہیے جو گفتگو میں ہوتی ہے۔ خط کا طرزِ تحریر ایسا ہو جیسے دو آدمی باتیں کر رہے ہوں۔

۲۔ خط چونکہ کسی ضروری مطلب کے اظہار کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی عبارت صاف، سادہ اور سہل ہو، تاکہ مکتوب الیہ پر مفہوم واضح ہو جایے اور وہ کسی شک و شبہ میں نہ پڑے۔

۳۔ خط میں کام کی باتیں ہی ہونی چاہئیں۔ فضول باتیں جن کی وجہ سے الجھاؤ پیدا ہو، یا وقت ضائع ہو، پرہیز کرنا چاہیے۔

۴۔ اگر کسی خط کا جواب دینا ہو تو خط لکھتے وقت اس خط کو سامنے رکھ لینا چاہیے، تاکہ کسی بات کا جواب دینے سے نہ رہ جایے۔ دوسرے یہ کہ ہر بات کا صحیح اور مکمل جواب ہونا چاہیے۔

۵۔ خطوط کا انداز تحریر مکتوب الیہ کے رتبے اور درجے کے مطابق ہو، یعنی بزرگوں کو خط لکھنے میں ان کے آداب و احترام ملحوظ رہنا چاہیے۔ دوستوں کے خط میں مزاح اور بے تکلفی سے کام لینا چاہیے۔ چھوٹوں کے خط محبت اور شفقت کے جذبات سے بھرے ہوں۔ اگر مکتوب الیہ غیر متعارف ہو تو اندازِ تحریر سے بے تکلفی یا مزاح یا ناصحانہ انداز ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ کاروباری خطوط میں ضروری مطلب کو سیدھے انداز میں بیان کر دینا چاہیے۔

(۶) خطوں کا طرز تحریر مکتوب الیہ کی استعداد علمی کے مطابق مونا چاہیے۔ کم پڑھے لکھے آدمی کے یا کاروباری خطوں میں ادبی شان یا عالمانہ انداز اختیار کرنا بالکل نامناسب اور فضول ہوگا۔

(۷) غصہ یا جوش یا پریشانی کی حالت میں خط نہیں لکھنا چاہیے۔ کیوں کہ ایسی حالت میں یہ اندیشہ ہے کہ قلم سے کوئی نامناسب بات نکل جایے اور بعد میں خفت اٹھانی پڑے یا باہمی تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جایے۔

KCDNY9

خط کے اجزاء

خط کے ضروری حصے حسبِ ذیل ہوتے ہیں:

ا۔ ابتداء: یعنی کاغذ کے سرے پر بسم اللہ یا اسی قسم کے ہم معنی کوئی فقرہ یا ۷۸۶ لکھنے کا رواج بہت پرانا ہے۔

۲۔ نام مقام اور تاریخ: کاغذ کے سرے پر داہنی طرف جہاں سے خط لکھا جاتا ہے اس مقام کا نام اور تاریخ لکھ دی جاتی ہے۔

۳۔ القاب: اس کے ذریعے مکتوب الیہ کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کا مکتوب الیہ سے کیا رشتہ یا تعلق ہے۔ القاب کو مکتوب الیہ کے رتبہ اور حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔ پہلے زمانے میں لوگ بڑے طول طویل یا رنگین القاب لکھتے تھے۔ لیکن آج کل القاب کا مختصر اور سادہ ہونا ہی خط کی خوبی سمجھا جاتا ہے۔ گفتگو اور پیغام میں القاب استعمال نہیں ہوتے۔

۴۔ دعا: القاب کے بعد چند دعائیہ فقرے بھی لکھے جاتے ہیں۔

۵۔ مقصد: یعنی وہ باتیں جن کو مکتوب الیہ تک پہنچانے کے لیے خط لکھا جاتا ہے۔

۶۔ خاتمہ: اس میں خط کو ختم کرنے کے بارے میں کوئی اشارہ کیا جاتا ہے۔ اسی حصے کے آخر میں کاتب اپنا نام لکھتا ہے لیکن اس کے پہلے ایک یا دو فقرے اس طرح کے لکھتا ہے جن سے کاتب کا مکتوب الیہ سے تعلق ظاہر ہوتا ہے۔

KCHJZH

عام خطوں کے القاب، آداب اور خاتمے

	القاب	آداب	خاتمہ
۱۔	**دادا یا نانا کے لیے** حضرت جدّ امجد حضرت دادا جان قبلہ و کعبہ حضرت نانا جان قبلہ و کعبہ	دام ظلکم العالی یا دامت برکاتکم	طالب دعا آپ کا عزیز
۲۔	**استاد کے لیے** حضرت استاد مکرم و معظم معدن فیوض کرم حضرت استاد محترم	ادام اللہ فیوضکم ادام اللہ برکاتکم	باتقدیم احترام آپ کا عزیز شاگرد
۳۔	**باپ کے لیے** حضرت والد ماجد قبلہ و کعبہ حضرت ابی قبلہ حضرت ابا جان قبلہ	دام ظلکم العالی مدظلہ العالی	طالب دعا آپ کا عزیز فرزند آپ کا فرماں بردار فرزند
۴۔	**چچا، ماموں، خالو یا پھوپا کے لیے** حضرت بزرگوار محترمی و معظمی جناب.....صاحب	زاد الطافکم تسلیم عرض کرتا ہو	آپ کا عزیز

	القاب	آداب	خاتمہ
۵۔	بڑے بھائی کے لیے اخی مکرم جناب بھائی جان	تسلیم عرض کرتا ہوں	آپ کا عزیز بھائی
۶۔	دادی، نانی، چچی ،خالہ ، پھوپی کے لیے مخدومہ ومحترمہ جناب......صاحبہ	دام ظلہا	آپ کا عزیز
۷۔	ماں کے لیے مادر مہربانم یا مادر گرامی ومہربانم حضرت والدہ ماجد صاحبہ پیاری امی جان پیاری امی	تسلیم قبول فرمائیے	آپ کا نہایت عزیز وفرمابردار بیٹا قربان شما
۸۔	اپنی بڑی بہن کے لیے محترمہ ہمشیرہ صاحبہ خواہر مہربانم	تسلیم عرض کرتا ہوں	آپ کا عزیز بھائی

	القاب	آداب	خاتمہ
۹۔	بیٹا کے لیے فرزندار جمند، برخوردار عزیزم نورِ نظر ولختِ جگرم، راحت جانم جانِ پدر، عزیز از جان میرے پیارے بیٹے	سلمہ اللہ تعالیٰ اطال اللہ عمرہٗ سلمہ الرحمٰن	دعا گو
۱۰۔	بیٹی کے لیے دخترِ نیک اختر میری پیاری بیٹی	اللہ تم کو خوش رکھے	دعا گو
۱۱۔	بھتیجی، بھانجی، پوتی، نواسی کے لیے عزیزم، میری عزیز	خوش رہو	دعا گو
۱۲۔	شاگرد کے لیے عزیز سعادت مند	خدا تمھیں علم و اقبال میں ترقی دے	تمہارا خیر خواہ
۱۳۔	چھوٹے بھائی کے لیے برادر عزیز پیارے بھائی	سلامت و شاد ماں باشید	تمہاری خیریت کا طالب

	القاب	آداب	خاتمہ
۱۴۔	**چھوٹی بہن کے لیے** خواہر عزیزم پیاری بہن	خوش وخرم باشید	تمہارا خیر اندیش
۱۵۔	**دوستوں کے لیے** حبیب مکرم، محبّ مکرم دوست گرامی، محبّ دلنواز، رفیق محترم رفیق شفیق، مشفق مہربان میرے پیارے دوست.....(نام) جانِ من	خوش وخرم باشید سلامت وکامیاب باشید زندہ باد	تمہارا دوستدار قربان شما آرزومند دیدار ارادتمند
۱۶۔	**برابری اور کم شناسا لوگوں کے لیے** محترمی، مکرمی، جناب من، جناب عالی مہربان من	زادلطفہ، زادِعنایۃً، تسلیم عرض ہے	آپ کا مخلص، اخلاص آگیں نیازمند
۱۷۔	**وزرا، افسران اعلیٰ حکام وسرکار کے لیے** عالی جناب عزت مآب وزیر تعلیم حکومت اڈیشا جناب معلیٰ القاب ضلع مجسٹریٹ صاحب بحضور جناب پرنسپل صاحب	بندہ عرض پرداز خدمت بابرکت ہے	باتقدیم احترام فائقہ

خط کا ضروری مکتوب الیہ کا پتہ بھی ہے۔ پتہ لکھنے کی طرف بھی خواص توجہ چاہیے۔ بعض لوگ پتہ صحیح طور سے نہیں لکھتے جس کی وجہ سے خط یا تو ڈاک میں گم ہو جاتا ہے یا دیر میں منزل مقصد تک پہنچتا ہے۔ پتہ لکھنے کے بارے میں مندرجہ ذیل باتیں ذہن نشین ہونی چاہئیں۔

ا۔ سب سے پہلے مکتوب الیہ کا نام ہو، اس میں آداب والقاب نہ ہوں۔

۲۔ اس کے بعد محلّہ یا گاؤں کا نام ہو۔

۳۔ پھر ڈاک خانہ کا نام ہو۔ ڈاک خانہ کے نام کے نیچے لکیر کھینچ دینی چاہیے۔

۴۔ آخر میں ضلع یا ریاست (صوبہ) کا نام ہو۔ اگر خط غیر ملک کو جا رہا ہے تو اس کا نام بھی ہونا چاہیے۔
ان ناموں کو قوسین میں دینا چاہیے۔ اس طرح ضلع (کٹک) یا (اتر پردیس) یا (ایران)

۵۔ پتہ صاف حرفوں میں لکھا جایے۔ اگر تحریر صاف نہ ہوگی تو خط کے گم ہونے یا دیر سے پہنچنے کا امکان ہے۔ ڈاک خانہ کا نام موٹے حرفوں میں ہو اور اس کے نیچے لکیر ضرور دی جایے۔ تاکہ ڈاک کے کارکنوں کو پڑھنے میں دقت نہ ہو اور وہ جلد پڑھ لیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ڈاک خانہ میں صرف آپکا اکیلا خط نہیں ہوتا بلکہ سیکڑوں خطوط ہوتے ہیں، جن کو ڈاک خانہ والے منزل مقصود کے اعتبار سے چھانٹ چھانٹ کر الگ رکھتے ہیں اور چھانٹنے کا یہ کام فوراً ہونا چاہیے۔ اگر خطوط پر ڈاک خانہ کا نام صاف طور پر تحریر نہ ہوگا اور ڈاک والوں کو پڑھنے میں دقت ہوگی تو یا تو وہ اسے ادھر ادھر پھینک دیں گے یا پھر فرصت کے وقت غور سے پڑھنے کے لیے اٹھا کر رکھیں گے۔ اگر آپ پتہ صاف تحریر نہیں کرتے تو نہ صرف ڈاک خانہ والوں کا وقت ضائع کرتے ہیں بلکہ اپنے خط کے نقصان ہو جانے کا سبب بھی بنتے ہیں۔

چند خطوط کے نمونے

نجی خطوط

والد کا خط بیٹے کے نام

KCHG2J

موتی چھیرا، سمبل پور

۲۵؍فروری ۲۰۱۱ء

برخوردار محمد نسیم سلمہٗ،

بعد دعائے درازیٔ عمر تحریر ہے کہ ابھی ابھی تمہارے پرنسپل صاحب کے خط اور امتحان کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ نہ تو پابندی کے ساتھ تم اسکول جاتے ہو نہ ہی پڑھنے لکھنے میں دل لگاتے ہو۔ششماہی امتحان کے تین مضامین میں فیل بھی ہو۔تمہارے متعلق اس طرح کی شکایتیں سن کر مجھے بے حد تکلیف پہنچی ۔یہ بھی معلوم ہوا کہ تمہارا بیشتر وقت ایسے لڑکوں کے ساتھ گزرتا ہے جو اسکول میں بدنام اور تعلیم کی طرف سے غافل ہیں۔

برخوردار! تم وہاں تعلیم حاصل کرنے گیے ہو نہ کہ یار باشی اور سیاست لڑانے کے لیے۔تمہیں ہر ماہ تعلیم کا پورا پورا خرچ اور دیگر ضروری چیزیں بھیجتا رہتا ہوں تا کہ تمہیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہو اور پوری توجہ دلچسپی کے ساتھ تعلیم جاری رکھو۔مگر تم نے اپنے رویہ سے سب کو شکایت کا موقع دیا۔بہر حال ابھی وقت ہے۔اب سے اپنے طور طریقے کو بہتر بناؤ۔اور دل لگا کر پڑھو تا کہ سالانہ امتحان میں تم اچھے نمبروں سے کامیاب ہوسکو۔

میں نے پرنسپل صاحب سے درخواست کی ہے کہ وہ تمہیں ایک موقع اور دیں۔میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرو گے جس کی وجہ سے انہیں مجبور ہو کر تمہارا نام خارج کرنا پڑے۔میری آرزو ہے کہ تم اعلا تعلیم حاصل کر کے اونچے عہدہ پر پہنچو۔تم اپنے بڑے بھائیوں کو دیکھو کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی انجینیر ۔کیا تم ان کے جیسا بننا نہیں چاہتے؟ کیا ان کے اور تمام رشتہ داروں کے سامنے تم اپنے کو کمتر محسوس کرنا پسند کروگے اگر نہیں تو آج ہی سے ایک نئے عزم وارادے کے ساتھ پڑھائی کی طرف راغب ہو جاؤ۔انشاءاللہ کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔تمہاری والدہ بفضلہٖ تعالیٰ بالکل ٹھیک ہیں وہ دعا کہہ رہی ہیں۔

خدا حافظ

دعا گو

سبط حسن صدیقی

بیٹے کا خط والد صاحب کے نام

KD6C47

پان پوس، راورکیلا

۵/مارچ ۲۰۱۱ء

قبلہ وکعبہ جناب والد صاحب

بعد ادب عرض ہے کہ کل اسکول سے واپس آنے پر آپ کا خط ملا۔ پرنسپل صاحب نے میرے متعلق آپ کے پاس جو کچھ لکھا ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔ مجھے اپنی غلطیوں کا از حد احساس ہے اور نادم ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ معاف کردیں گے۔ یقیناً میری غفلت اور لاپرواہی کے باعث پرنسپل صاحب، اساتذہ صاحبان اور آپ کو مجھ سے شکایت ہوئی۔ اب میں عدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جس سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ میں نے برے لڑکوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور پابندی سے نماز بھی پڑھنے لگا ہوں۔ سالانہ امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہوکر میڈیکل یا ایل۔ ایل۔ بی میں داخلہ لینے کی کوشش کروں گا۔

میرے پاس اسکول کا یونی فارم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں سالانہ امتحان کی فیس بھی پچھتر روپے جمع کرنی ہے۔ آپ سے استدعا ہے کہ مبلغ چار سو روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کردیجیے۔ یونی فارم نہ ہونے کی صورت میں اسکول نہیں جاسکوں گا۔ یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت اب بالکل ٹھیک ہوگئی ہے۔ ہولی کی تعطیل میں انشاء اللہ گھر آؤں گا۔ والدہ صاحبہ اور باجی کی خدمت میں میرا اسلام عرض کریے گا۔ سہیل اور انور کو پیار۔

زیادہ حدِ ادب۔

آپ کا فرماں بردار بیٹا

محمد آصف

☆☆☆

چھوٹے بھائی کے نام

طائف، سعودی عربیہ

۸رمئی ۲۰۱۱ء

عزیزی نوید سلمہ، خوش رہو۔

بعد دعا کے معلوم ہوا کہ آج صبح والد صاحب کا خط اس خوش خبری کے ساتھ ملا کہ تم سینیر سکنڈری کے امتحان میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہو گیے ہو۔ اس خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ تمہارے لیے بطور انعام ایک کیمرہ بھیج رہا ہوں جو تمہیں یقیناً پسند آیے گا۔ تم نے گذشتہ خط میں لکھا تھا کہ بارہویں جماعت پاس کر لینے کے بعد میڈیکل کورس میں داخلہ لینے کے لیے ٹیسٹ کی تیاری کرو گے۔ کیا تم اپنے اس ارادہ پر قائم ہو؟ میرے خیال میں تمہیں کوشش کرنی چاہیے۔ ابھی سے داخلے کے لیے ٹیسٹ کی تیاری شروع کر دو۔ ہمتِ مرداں مدد خدا۔

احسان سے معلوم ہوا کہ تمہارا بیشتر وقت ٹی۔ وی پر میچ اور دیگر پروگراموں کے دیکھنے میں صرف ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ بری بات ہے۔ وقت کی قدر کرنا سیکھو اور زیادہ وقت اپنی نصابی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کرو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ٹی وی بالکل نہ دیکھو یا شام کو کھیلنے نہ جایا کرو۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ کھیل اور تفریح مشاغل بھی ضروری ہیں مگر اعتدال کی حد تک۔ امید کہ تم میری نصیحت پر عمل کرو گے اور اپنے طور طریقوں و اعلا تعلیم سے خاندان کا نام روشن کرو گے۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو لکھو مہیا کی جایے گی۔ والدین کو خوش رکھنا اور ان کی فرماں برداری میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرنا۔ اچھا خدا حافظ۔

والدین کی خدمت میں سلام عرض کرنا اور طلعت کو دعائیں۔

تمہارا بھائی

عرفان احمد

دوست کے نام

KDP47H

جے پور،کوراپٹ

۲۰/جون ۲۰۱۱ء

محبّ من

کہو کیسے مزاج ہیں؟ ہفتہ عشرہ ہوا تمہارا خط ملا جس سے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنی جماعت کے تمام ساتھیوں میں فرسٹ پوزیشن سے کامیاب ہوے اور سی ٹی اسکول علی گڑھ میں نویں میں داخلہ لینے کا ارادہ ہے

میرے دوست! اس نمایاں کامیابی پر میری طرف سے دلی مبارک باد قبول کرو۔ تمہیں بھی یہ سن کر مسرت ہوگی کہ میں دسویں جماعت میں اول نمبر سے پاس ہوگیا ہوں۔ اس خوشی کے موقع پر میرے والدین نے یکم جولائی کی شام کو ایک تقریب منانے کا فیصلہ کیا ہے جس میں میرے تمام احباب اور اعزہ شرکت کریں گے۔ تمہیں قبل از وقت مطلع کر رہا ہوں تا کہ کوئی بہانہ نہ کرسکو۔ دو ایک روز بیشتر آ جانا۔ تا کہ پارٹی کے انتظام میں میرا ہاتھ بٹا سکو۔ پروگرام کے بعد ہم لوگ دہلی اور آگرہ کے تاریخی مقامات کی سیر کریں گے۔ ہمارے ساتھ احمر، وقار اور حسام الدین بھی ہوں گے۔ تاریخی عمارتوں کے بارے میں یہ ہمیں اچھی طرح سمجھا سکیں گے۔ میرے دوست! اپنا کیمرہ ضرور ساتھ لانا۔ یہ پروگرام بہت پر لطف رہے گا۔ (انشاءاللہ) بارش ہو جانے کی وجہ سے گرمی کی شدت میں بہت کمی ہوگئی ہے اور موسم خوشگوار ہوگیا ہے۔ میرے ساتھ میرے والدین بھی تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔

اپنے والدین کی خدمت میں میرا سلام کرنا اور چھوٹے بھائی بہنوں کو پیار۔

تمہارا دوست

ممتاز احمد

KDXZ95

درخواست برائے رخصت

جناب پرنسپل صاحب

راونشا کالجییٹ۔کٹک

جناب عالی!

گزارش ہے کہ کل شام سے مجھے بخار ہے۔اسکول آنے سے قاصر ہوں۔آپ سے استدعا ہے کہ دو یوم (۱۴/،۱۵/مارچ) کی رخصت منظور فرمائیں۔عین نوازش ہوگی۔

۱۴/مارچ ۲۰۱۱ء

آپ کا شاگرد،

فرید فضل۔بارہویں جماعت

KE7VAS

ماہنامہ ''ھما'' کی خریداری کے لیے خط

محترم جناب مینجر صاحب ماہنامہ ''ھما''

مکرمی تسلیم۔تقریباً ایک ماہ قبل میں نے آپ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا تھا لیکن جواب سے محروم رہا۔ آپ سے استدعا ہے کہ اردو ڈائجسٹ ''ھما'' ایک سال کے لیے حسب ذیل پتہ پر جاری فرمادیں۔مذکورہ ماہنامہ کا سالانہ ہدیہ مبلغ دوسو روپے بذریعہ چیک روانہ کیا ہے۔تمام شمارے بذریعے رجسٹری روانہ کیجیے۔ورنہ غائب ہوجانے کا اندیشہ ہے۔شکریہ۔

۱۴/اکتوبر ۲۰۰۶ء

نیازمند،

شاہنواز خان

نا ندول۔مولوی محلّہ۔معصوم پور

درخواست برائے معافی فیس

KEGRCF

بخدمت جناب ہیڈ ماسٹر صاحب

کیندراپاڑہ ہائی اسکول، کیندراپاڑا

جناب عالی!

مودبانہ گزارش ہے کہ آپ کے اسکول میں گیارہویں جماعت (اے) کا طالب علم ہوں۔ میرے والد عرصہ سے علیل ہیں وہ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ میرا بڑا بھائی ایک کارخانہ میں قلیل تنخواہ پر ملازمت کرتا ہے۔ اس کی آمدنی گھریلو اخراجات کے لیے ناکافی ہے۔ ماں کپڑوں کی سلائی کرتی ہے۔ ان حالات میں تین بھائیوں کی تعلیم کا خرچ والدین کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

آپ سے بصد ادب درخواست ہے کہ میری پوری فیس معاف فرمادیں۔ آپ کی اس عنایت سے میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں گا۔ ورنہ مالی دشواریوں کے باعث میرے سرپرست مجھے اسکول جانے سے روک رہے ہیں۔ مجھے پڑھنے میں بہت شوق ہے۔ میرے گذشتہ امتحانات کے نتائج سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے۔

امید ہے کہ آپ میری درخواست پر ہمدردانہ غور فرما کر مجھے آگے پڑھنے کا موقع دیں گے۔ شکریہ۔

۱۲/اگست ۲۰۱۱ء

آپ کا فرماں بردار

محمد نعیم۔ دسویں جماعت

☆☆☆

درخواست برائے سرٹیفکٹ (T.C)

KMGI6K

بخدمت جناب پرنسپل صاحب

راونشا کالجیٹ، کٹک

جناب عالی!

گزارش ہے کہ میں نے آپ کے اسکول میں چھٹی تا نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی ہے۔ چند خانگی مجبوریوں کے باعث میں اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکا اور اکتوبر ۱۹۸۹ء میں میرا نام دسویں (بی) کے رجسٹر سے خارج کردیا گیا۔ اب مجھے بہ سلسلۂ ملازمت نویں پاس کا سرٹیفکیٹ درکار ہے۔ چال چلن کا بھی سرٹیفکیٹ عنایت کر دیں تو ممنون ہوں گا۔

آپ سے استدعا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں سرٹیفکیٹ مجھے مرحمت فرمائیں۔ میرے ذمہ کھیل کا کوئی سامان یا لائبریری کی کوئی کتاب واجب نہیں ہے۔ اگر میرے ذمہ کچھ واجبات ہوں تو میں انہیں ادا کرنے کو تیار ہوں۔

امید کہ جلد از جلد میرے دونوں سرٹیفکیٹ عنایت فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

آپ کا خادم

آفتاب احمد

۹/مارچ ۲۰۰۸ء

☆☆☆

درخواست برائے ملازمت

KHQE88

بخدمت جناب پرنسپل مینیجر

ہمدرد دواخانہ۔لال کنواں۔دہلی

جناب عالی!

التماس ہے کہ ۱۵/جنوری ۲۰۰۷ء کے اخبار ''قومی آواز'' میں آپ کی طرف سے دیے گیے اشتہار سے معلوم ہوا کہ آپ کے یہاں کچھ کلرکوں کی آسامیاں خالی ہیں۔اس لیے میں اپنے کو بطور امیدوار پیش کرتا ہوں۔ جہاں تک میری علمی قابلیت اور تجربے کا تعلق ہے وہ حسب ذیل ہے۔

میری عمر ۲۴/سال ہے۔میں نے یو، پی بورڈ سے ۱۹۸۸ میں ایف اے کا امتحان سکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ ہندی، اردو اور انگریزی زبانوں سے واقف ہوں۔ماہنامہ ''بیسویں صدی'' دہلی کے دفتر میں ایک سال کی عارضی جگہ پر بحثیت کلرک کام کر چکا ہوں۔

اگر آپ نے اس ناچیز کو دواخانہ کی خدمت کا موقع دیا تو وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کروں گا۔اور آپ کو کسی طرح کی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔تجربے کا سرٹیفکیٹ اور تعلیمی اسناد کی نقلیں درخواست کے ہمراہ منسلک ہیں۔

آپ کی نظر عنایت کا متمنی ہوں۔

فدوی

فیضان الحق

مورخہ ۲۰/جنوری ۲۰۰۸ء

۲/۱۱۱ سیکٹر۔مرکت نگر۔کٹک ۷۵۳۰۱۴

اڈیشا

شادی میں شرکت کے لیے دعوت نامہ

KMZA9V

مکرمی و معظمی جناب محمد نفیس صاحب! سلام مسنون

بحمداللہ نورچشم جاوید ظہیر سلمہ کی شادی جناب واحد حسین صاحب، تحصیل دار (پوری ٹاؤن) کی دخترِ نیک اختر سے ہونی طے پائی ہے۔اس لیے استدعا ہوں کہ اس تقریب سعید میں آپ مع اہل وعیال تشریف لاکر ناچیز کی عزت اور تقریب کی رونق بڑھائیں۔ممنون ہوں گا۔

احقر

نورالحسن

سی۔ڈی۔اے۔سیکٹر:۷ کٹک

اڈیشا

پروگرام:

روانگیٔ بارات	۲۵رمئی ۲۰۱۱ء	۹ بجے صبح
واپسی بارات	۲۵رمئی ۲۰۱۱ء	۶ بجے شام
دعوتِ ولیمہ	۲۶رمئی ۲۰۱۱ء	۸ بجے شب

☆☆☆

محلّہ میں گندگی کے متعلق شکایت

KN96BI

بخدمت جناب ہیلتھ آفیسر صاحب

کٹک میونسپل کارپوریشن۔شہر: کٹک

جناب عالی!

مودبانہ گزراش ہے کہ بانس گلی کے اندر چوک کے قریب کی گلیوں میں صفائی بالکل نہیں ہوتی۔ایک ہفتہ سے تمام نالیاں اور گلیاں گندی پڑی ہوئی ہیں۔جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر ہیں۔اول تو جھاڑو دار کام پر نہیں آتے ،اور اگر کبھی آ بھی جاتے ہیں وہ اپنے فرائض کو انجام نہیں دیتے۔ان کی اس کوتاہی اور غفلت کے سلسلہ میں اگر کچھ کہا جاتا ہے تو وہ بدتمیزی سے پیش آتے ہیں۔

حضور والا! اگر علاقہ میں گندگی کی یہی حالت رہی تو طرح طرح کی وبائی بیماریوں کے پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔علاقے کے لوگ سخت پریشان ہیں۔آپ سے گزارش ہے کہ موقع پر آکر جائزہ لیں اور علاقے میں صفائی کے لیے فوری کاروائی عمل میں لائیں۔شکریہ۔

راقم

صغیر احمد (صدر محلّہ کمیٹی)

بانس گلی، کٹک، ۷۵۳۰۰۱

مورخہ ۱۵رمئی ۲۰۱۰ء

☆☆☆

کتب فروش کے نام خط

KNI206

مکرمی جناب مینیجر صاحب

ایجوکیشنل بک ہاؤس

علی گڑھ۔

ازراہ نوازش حسب ذیل کتب بذریعہ وی۔پی ارسال فرمائیں۔توقع کرتا ہوں کہ اس کی روانگی میں آپ تاخیر نہیں کریں گے اور مناسب کمیشن دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

۱	نمائندہ مختصر افسانے	ڈاکٹر قمر رئیس	۸ جلدیں
۲	ہمارے محاورے	سیفی پریمی	۳ جلدیں
۳	افسانے، انشائیے اور ڈرامے	محمد قاسم صدیقی	۵ جلدیں
۴	مومن خان مومنؔ	ظہیر احمد صدیقی	۲ جلدیں
۵	خطوط غالبؔ	خلیق انجم	۲ جلدیں

کل ۲۰/جلدیں

نیازمند

محمد اسلم

جولا ساہی، کٹک، ۷۵۳۰۰۱، اڈیشا

تعزیتی خط

راونشا کالج

۲۴/جون ۲۰۰۹ء

آج صبح غلام سرور کے خط سے آپ کی اہلیہ کے انتقال کی المناک خبر ملی۔ انّا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اس جانکاہ خبر سے ہم سب کو سخت صدمہ پہنچا۔ معلوم نہ ہوسکا کہ مرحومہ کس عارضہ میں مبتلا ہوکر ہم سب کو داغ مفارقت دے گئیں۔ ابھی چندروز پیشتر آپ کا خط ملا تھا۔ اس میں مرحومہ کی علالت کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ یہ نا قابل برداشت المیہ ہے۔ کیوں کر لکھوں کہ آپ صبر و تحمل سے کام لیجیے۔

خدا مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمایے۔ آپ کے لیے یقیناً مقام آزمائش ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا مسئلہ ہے۔ مگر میرے بھائی! مشیتِ ایزدی میں کس کو دخل ہے۔ جلد ہی حاضر خدمت ہوں گا۔ بچوں کو بہت بہت پیار۔

شریکِ غم،

فاروق ارسلان

☆☆☆

بچو! پچھلے صفحات میں مختلف طرح کے خطوط کے نمونے دیے گیے ہیں۔ اس سے تم کو ذاتی و کاروباری خطوط اور حکام کو درخواستیں وغیرہ لکھنے کا کچھ طریقہ آ گیا ہوگا۔ خط کے بنیادی تین حصے ہیں، القاب، آداب اور خاتمہ۔ ان کے لیے مراتب کے اعتبار سے کچھ مخصوص الفاظ ہوتے ہیں جیسا کہ تم نے نمونے کے خطوط میں دیکھا۔ چند خطوط میں ممکن نہیں تھا کہ ان کے زیادہ سے زیادہ نمونے یا مخصوص الفاظ پیش کیے جاتے۔ تاکہ تم بوقت ضرورت ان سے فائدہ اٹھا سکو۔ یاد رکھو کہ خاتمہ کے مخصوص الفاظ کے نیچے کاتب کو اپنا نام لکھنا ہوتا ہے۔

☆☆☆

ہمارا قومی گیت

جن گن من ادھی نایک جئے ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اتکل بنگا
وندھ ہماچل یمونا گنگا
اچھل جلدھی ترنگا
تب شبھ نامے جاگے
تب شبھ آشس ماگے
گاہے تب جئے گاتھا
جن گن منگل دایک جئے ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
جئے ہے جئے ہے جئے ہے
جئے جئے جئے جئے ہے

☆☆☆